چاہت کا سفر
زہرہ احمد
iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان لوگوں کے لیے، جو محبت کے جذبوں سے واقف ہیں

چاہت کا ہے سفر.....!

زہرہ احمد

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں
www.iqbalkalmati.blogspot.com

پبلشرز : ادارہ کتاب گھر

کمپوزنگ : MAK کمپوزرز، ٹاؤن شپ، لاہور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مہر النساء یہ بھی کوئی نام ہے بھلا' کبھی کبھار اسے اماں پر غصہ آتا' نجانے کیا سوچ کر انہوں نے اس کا نام رکھا تھا' مایا' رابیل' ثانیہ' رانیہ اتنے ڈھیر سارے ناموں میں سب سے قدیم شکستہ سا مہر النساء ایسے جیسے ساٹھ برس کی نانی اماں چلی آ رہی ہوں۔ آخر چچی بیگم نے بھی تو اپنے بچوں کے نام رکھے ہیں۔ شہلا' عبید اور مایا ایسے جیسے چکنے موزائیک کے فرش پر پھسلتے چلے جاؤ اور مہر النساء تو ایسے جیسے لق و دق میدان میں اکیلا ٹنڈ منڈ سا درخت' اس کا تو نام لیتے ہوئے بھی بندہ کئی بار اٹکتا تھا۔

''میں تو تمہیں مہرو ہی کہوں گی۔ تمہارا پورا نام لینے کے چکر میں تو میں ساری بات بھی بھول جاتی ہوں۔''

اس کی عزیز ترین سہیلی رابیل نے ایک دن جھلا کر کہہ ہی دیا تھا۔

''اتنا تو پیارا نام ہے بیٹا..... ایسے جیسے کسی نے دودھ میں شہد گھول دیا ہو۔'' ابا میاں اکثر اسے سمجھاتے اور وہ بس دل مسوس کر رہ جاتی۔

''ناموں میں کیا رکھا ہے مہرو..... اصل بات تو انسان کی شخصیت میں ہوتی ہے بیٹا.....'' اماں اسے اپنے طریقے سے دلیل دیتیں۔

''تمہاری دادی جان کو یہ نام بہت پسند تھا۔ تمہاری ایک پھوپھی تھیں' تین سال کی تھیں جب یرقان میں چل بسی تھیں' تمہاری شکل ان سے بہت ملتی تھی۔ اسی لیے تمہارا نام مہر النساء رکھا گیا تھا۔''

چچی بیگم نے ایک دن خاندان بھر کی تاریخ کھول کر اس کے سامنے ہی رکھ دی تھی۔

''مہرو..... مہرو.....''

وہ بیڈ پر اوندھی لیٹی عمران سیریز پوری توجہ سے پڑھ رہی تھی۔ انتہا سے زیادہ سسپنس کا سین تھا' عمران اور جولیا اس اندھے قاتل کو پوری طرح قابو میں کر چکے تھے اور قریب ہی تھا کہ عمران اس اندھے قاتل کی ناک کو نشانہ بناتا کہ.....!

''اتنی دیر سے آوازیں دے رہی ہوں..... کیا بہری ہو۔''

شہلا اس کے سر پر سوار پوری قوت سے چلا رہی تھی۔

''کیا بکواس ہے بھئی.....''

اس نے کروٹ لی اور اس کی خونخوار آنکھوں میں جھانکا' اس نے جلدی سے اپنی آنکھیں موند لیں۔

''تم نے میرے شوز پہنے تھے.....؟''

وہ آستینیں چڑھائے مقابلے کے موڈ میں تھی۔

''کون سے شوز.....؟''

آنکھیں موندے وہ اس کی جانب ذرا سرک گئی۔

''اب بتومت..... تم کل بڑے ٹھسے سے اپنے بلیک ڈائس والے سوٹ پر میرے شوز پہن کر گئی تھیں۔''

''کل.....'' اس کو سب یاد تھا لیکن انجان بنا رہنا اس وقت اس کے حق میں بہتر تھا۔

''جی ہاں کل.....'' وہ خاصی تلملائی ہوئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''تو کیا میں نے کل بلیو کلر کے شوز نہیں پہنے تھے۔''

اس نے آنکھیں کھولیں اور جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ معاً انجانے میں کہیں شہلا کے وار کا نشانہ بن جائے۔

''مہرو..... بکواس مت کرو۔'' وہ غرائی۔

''اُف..... اُف..... یہ میری آنکھوں کو کیا ہو گیا۔ اماں..... اماں..... ہائے اماں.....''

ناول بیڈ پر پھینک کر اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ وہ پوری قوت سے چلا رہی تھی۔

''ارے ارے کیا ہوا..... کیا ہوا''

اس کی بلند بانگ صدائیں سن کر اماں گھر کے کسی کونے سے دوڑتی ہوئی برآمد ہوئیں۔

''پتا نہیں تائی جی..... ابھی تو بالکل ٹھیک مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔''

شہلا کے تو ہاتھ پیر پھول گئے۔ یہ غیر متوقع صورتحال اس کے لیے خاصی پریشان کن تھی۔

''ہائے میری بچی.....''

اماں اپنی پوری قوت سے اس کے ہاتھ آنکھوں پر سے ہٹانے کے لیے جرح کر رہی تھیں لیکن وہ اس وقت ہلاکو خان کی خالہ بنی ہوئی تھی' ہاتھ گویا ایلفی سے آنکھوں پر چپک گئے تھے۔

''ارے اپنی ماں کو بلا بیٹا.....''

اماں نے شہلا کو چیخ کر تاکید کی تو وہ دوڑتی ہوئی اوپر کی جانب لپکی۔

''امی۔ امی جان دیکھیے مہرو کو کیا ہو گیا۔''

تھوڑی ہی دیر میں چچی جان اپنے پھیلے ہوئے وجود کے ساتھ اس کے گرد موجود تھیں۔

''ارے کیا ہوا مہرو بیٹا..... ہاتھ تو ہٹاؤ''

چچی بیگم نے صورتحال سے نمٹنے کے لیے اپنا صرف ایک ہاتھ ہی استعمال کیا۔ مہرو کی آوازوں میں اب کسی حد تک کمی آ چکی تھی' ویسے بھی چچی بیگم کے آگے اس کے جیتنے کے امکان بالکل صفر ہی تھے۔

''دیکھنا تو دلہن یہ تو بے ہوش ہو گئی۔''

اماں نے جو اسے بے سدھ پڑے دیکھا تو دھڑلے سے اپنے سینے پر ہاتھ مارا۔

''کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھ رہی ہے۔ پانی لا کم بخت.....''

چچی بیگم نے گھبرائی ہوئی شہلا کو ڈانٹ بھرے تحکم سے نوازا' تھوڑی ہی دیر میں وہ بوتل کے جن کی مانند پانی لیے حاضر تھی۔

''یہ بالٹی ہی اٹھا لائی.....''

چچی بیگم نے شہلا کو خونخوار نظروں سے دیکھا جو جلدی میں کچن سے دودھ کی چھوٹی بالٹی اٹھا لائی تھی۔

''جلدی میں یہ ہی ملا امی۔''

وہ ذرا منمنائی' چچی بیگم نے اس پر پانی کے چند چھینٹے ڈالے' عین اسی وقت گڈو دوڑتا ہوا دروازے سے برآمد ہوا اور بالٹی کا پورا پانی زمین پر پڑی بے ہوش مہرو کو نہلا گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''اف توبہ.....''

وہ اول فول بکتی فرش سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے گیلے کپڑے جھاڑنے لگی' مانا کہ اسے بارش میں نہانے کا بہت شوق تھا لیکن بنا بارش کے اس طرح نہانے کا یہ اس کا پہلا ہی تجربہ تھا۔ شہلا اور گڈو اس کی اس پوزیشن پر منہ پر ہاتھ رکھے بری طرح قہقہے لگا رہے تھے۔

''یہ بھی کوئی طریقہ ہے کسی بے ہوش انسان کو ہوش میں لانے کا.....''

وہ سلگ اٹھی۔

''اور یہ کون سا طریقہ ہے کسی انسان کے بے ہوش ہونے کا' اچھی اداکاری کی تھی تم نے.....'' شہلا ترکی بہ ترکی بولی۔

''ارے ہوا کیا تھا بچی۔''

چچی بیگم ابھی تک فرش پر جمی بیٹھی تھیں۔ ویسے بھی انہیں اٹھنے اور بیٹھنے کے مراحل میں کم از کم دس پندرہ منٹ تو لگتے ہی تھے۔

''مجھے کیا پتا..... بے ہوش ہوگئی تھی شاید'' اس نے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

''ارے تو کیوں بے ہوش ہوگئی تھی۔'' اماں کا دل تو ابھی تک ہول رہا تھا۔

''مجھے کیا پتا اماں.....'' اس نے جھنجھلا کر جواب دیا اور غسل خانے کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆

جو چلے تو جاں سے گزر گئے

ماہا ملک کا یہ خوبصورت ناول ہمارے اپنے ہی معاشرے کی کہانی ہے۔ اسکے کردار ماورائی یا تصوراتی نہیں ہیں۔ یہ جیتے جاگتے کردار اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ زندگی کی راہوں میں ہم سے قدم قدم پر ٹکراتے ہیں۔ یہ کردار محبت کے قرینوں سے بھی واقف ہیں اور رقابت اور نفرت کے آداب نبھانا بھی جانتے ہیں۔ انہیں جینے کا ہنر بھی آتا ہے اور مرنے کا سلیقہ بھی۔ خیر و شر، ہر آدمی کی فطرت کے بنیادی عناصر ہیں۔ ہر شخص کا خمیر انہی دو عناصر سے گندھا ہوا ہے۔ ان کی کشمکش غالب ایسے شاعر سے کہلواتی ہے۔ آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا۔

آدمی سے انسان ہونے کا سفر بڑا کٹھن اور صبر آزما ہوتا ہے۔ لیکن ''انسان'' درحقیقت وہی ہے جس کا ''شر'' اس کے ''خیر'' کو شکست نہیں دے پایا، جس کے اندر ''خیر'' کا الاؤ روشن رہتا ہے۔ یہی احساس اس ناول کی اساس ہے۔ **جو چلے تو جاں سے گزر گئے** کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : .iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

یہ اس کے لیے کوئی پہلا در نہ تھا جہاں سے انکار سن کر وہ لوٹا تھا' اب تک نجانے کتنے در کھٹکھٹا ڈالے تھے لیکن ہر در سے 'نو ویکنسی' کا سن کر اس کا دل بری طرح پک چکا تھا۔

''مجھے لگتا ہے فراست اس ملک میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں۔'' اپنی تعلیمی اسناد میز پر پٹخ کر وہ صوفے پر گر پڑا۔

''جگہ تو بنانی پڑتی ہے پیارے.....''

فراست بیگ نے کمپیوٹر کی اسکرین پر نظریں جمائے جواب دیا۔

''لیکن حد ہوتی ہے یار بس اب بہت ہو گیا۔'' اس نے درمیان میں پڑی اس چھوٹی سی میز پر اپنے دونوں پیر لٹکائے۔

''تو پھر کیا ریڑھی لگانے کا ارادہ ہے۔''

''تم سے میں اور کیا توقع کر سکتا ہوں۔'' اس نے جل کر کہا تو وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

''یہ بات نہیں ہے دراصل تم بہت اونچا ہاتھ مارنے کی کوشش کر رہے ہو اور ایسا کرنا ابھی تمہارے لیے ناممکن ہے۔ اگر تم قدم در قدم سفر اختیار کرو گے تو منزل آسانی سے نزدیک آ جائے گی یہ جو تم شارٹ کٹ کے چکر میں پڑے ہو اس سے باہر نکلو۔''

فراست بیگ نے کمپیوٹر آف کیا اور اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ وہ نہایت تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

''کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ خودکشی کر لوں۔''

''کم آن یار یہ کیا عورتوں جیسی باتیں کر رہے ہو ہمت ہار رہے ہو۔''

''بہت کچھ سوچا تھا کہ تعلیم ختم ہونے کے بعد یہ کروں گا' وہ کروں گا لیکن مجھے کیا ملا۔''

''مایوسی کی باتیں مت کرو روحیل مجھے دیکھو کتنی محنت سے ایم سی ایس کیا ناپ کیا لیکن پھر بھی مجھے نوکری حاصل کرنے کے لیے تگ و دو کرنی پڑی اب کہیں جا کر میں سیٹل ہوا ہوں۔''

''تم تو بڑے آرام سے ہزاروں کما رہے ہو تمہارے پاس تو اعلیٰ دماغ ہے لیکن میں کیا کروں۔''

وہ خاصا اکتایا ہوا تھا۔

''تم ایک بار پھر ٹرائی کرو۔''

''پورے اسلام آباد میں تو کم از کم میرے لیے کوئی گنجائش نہیں۔''

''تو تم کسی اور شہر میں کیوں نہیں ٹرائی کرتے۔''

''کیا بات کرتا ہے فراست۔'' وہ چڑ کر بولا۔

''تم کسی کالج میں کیوں نہیں ٹرائی کرتے۔'' فراست بیگ کو آئیڈیا سوجھا۔

''نانا پڑھانے کا کام خاصا مشکل ہے کیوں پھنسوانے کی بات کرتا ہے۔'' روحیل نے کہا۔

''بلکہ تم کراچی میں فٹ ہو سکتے ہو میرے انکل وہاں ایک پرائیویٹ کالج کے پرنسپل ہیں' زبردست آئیڈیا روحیل میں کل ہی انکل بلکہ ابھی انکل کو ای میل بھیجتا ہوں۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اپنے اس آئیڈیے کو پایہ تکمیل پہنچانے کا باقاعدہ پلان بنا چکا تھا۔

''اے میرے فراست بیگ یار تیرے پرانے نام کی طرح تیرے سارے آئیڈیے بھی کھڑوس ہیں' ایک ماسٹری ہی سوجھی تجھے میرے لیے۔''

وہ اب اپنی فارم میں آ چکا تھا' فراست کے اس خیال نے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا' اپنے ہی برابر قد کے انسانوں کو پڑھانے کا تصور اس کے لیے سوہان روح تھا۔

''ڈرتا کیوں ہے یار..... آج کل تو پڑھانا بہت آسان ہے..... یاد نہیں اپنے سرقدوس۔'' وہ بھی اس کی زبان میں مخاطب ہوا۔

''وہ سرقدوس جو آدھا پیریڈ پڑھانے اور آدھا پیریڈ اونگھنے میں صرف کر دیتے تھے۔''

اسے کچھ کچھ یاد آ رہا تھا' ان دنوں وہ دونوں فرسٹ ایئر کے اسٹوڈنٹ تھے اور سرقدوس اردو پڑھاتے پڑھاتے نیند کی وادیوں میں گم ہو جاتے تھے۔

''گویا میرا فیوچر بھی سرقدوس کی طرح بنانا چاہتا ہے تو توبہ کر فراست ان کے پورے نو بچے ہیں جن میں سے چھ کے نام مجھے ازبر ہیں۔''

وہ خاصا خوفزدہ ہو رہا تھا۔

''یہ تو ان کی پرسنل لائف میں کیوں اٹک رہا ہے گدھے..... ان کی جاب دیکھ گورنمنٹ ملازمت کے مزے ہی کچھ اور ہوتے ہیں۔'' اس نے اسے لالچ دینے کی کوشش کی۔

''تب ہی گورنمنٹ نے جاب نکالنی ہی بند کر رکھی ہے پہلے جس نے مزے اٹھانے تھے اٹھا لیے..... ہمیں تو بس اب چنے ہی پھانکنے پڑیں گے۔''

''ہاں آج کل تو کافی سختی ہے لیکن میرا مشورہ یہ ہی ہے کہ تم اس جانب بھی ذرا عقل دوڑاؤ۔''

''ٹھیک کہتے ہو یار امی سے مشورہ کرتا ہوں کچھ تو کرنا ہی پڑے گا آخر کب تک خالی مکھیاں اڑاؤں گا۔'' وہ کچھ سنجیدہ ہو چلا تھا۔

☆☆☆

وہ جو حرف حرف چراغ تھا

نگہت بانو کا تحریر کردہ ایک رومانی ناول جس میں مصنفہ نے انسانی رشتوں ناتوں میں محبت اور اپنائیت کے فقدان کا ذکر بہت خوبصورتی اور مہارت سے کیا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں گھر کا ہر فرد ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے اور جب تک یہ اکائیاں ایک دوسرے سے جڑی رہتی ہیں گھر بنا رہتا ہے لیکن انہی اکائیوں کے بکھرتے ہی پیار اور محبت سے بنا آشیانہ بھی بکھر جاتا ہے اور گھر محض سجے سجائے مکانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے ناول سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

وہ بڑے مزے سے املی کے چٹخارے لیتی ہوئی اسے اپنی سارے دن کی کارکردگی سنا رہی تھی' دراصل شہلا کی سہیلی شازیہ کی بہن کے لیے ایم اے کے ایڈمیشن فارم لینے تھے یوں شہلا نے پہلی بار یونیورسٹی کا دیدار بھی کر لیا۔ اس کے لیے یونیورسٹی کا بے باک ماحول بالکل نیا ہی تھا۔

''ان محترم کو دیکھا تھا ریڈ کلر کی ٹی شرٹ اور آنکھوں پر پیلے رنگ کے گلاسز چڑھائے بالکل جوکر لگ رہے تھے' کالج یونیفارم میں دو لڑکیاں دیکھ لیں بس شروع ہو گئے چکر لگانے پورے گیارہ چکر لگائے تھے اس نے......''

''ایک چکر اور لگا لیتا...... درجن بھر چکر تو ہو جاتے۔'' مہرو نے منہ بنا کر ناول کا صفحہ پلٹا۔

''میں تو ابو سے کہوں گی کہ میں یونیورسٹی میں ایڈمیشن لوں گی۔ یونیورسٹی میں پڑھنے کا تو مزہ ہی کچھ اور ہے۔'' وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے اپنے خیالوں میں مگن بول رہی تھی۔

''یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کے لیے اچھے مارکس کی بھی ضرورت ہوتی ہے کزن اور ویسے بھی فرسٹ ایئر میں ایڈمیشن کے لیے چچا نے پورے دس ہزار روپے رشوت امتیاز بھائی کو دی تھی تب کہیں جا کر آپ کا ایڈمیشن ہوا تھا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لیے تو ریٹس کچھ زیادہ ہی ہوں گے۔'' اس نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے طنز کیا۔

''اب تم اپنی عقل مندی کا رعب نہ جھاڑو...... ویسے بھی لوگ شکل وصورت دیکھتے ہیں پہننے اوڑھنے کا سلیقہ دیکھتے ہیں اب ہر کوئی ہاتھوں میں مارکس شیٹس تو لیے نہیں گھومتا۔'' شہلا کا موڈ کچھ آف سا ہو گیا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ تم اپنے بارے میں احساس برتری کا شکار ہو۔'' اس کا سر بھی کچھ گھومنے لگا تھا۔

''اور تم احساس کمتری کا ہو' میں اگر کہیں جاتی ہوں تو لوگ مجھے مڑ مڑ کر دیکھتے ہیں۔''

اس کی گردن ذرا اکڑ گئی...... اور یہ حقیقت ہی تھی' واقعی وہ ایک پرکشش شخصیت کی مالک تھی۔

''ظاہر ہے ہر کوئی تو نمونہ بن نہیں سکتا۔'' اس نے بڑے اطمینان سے ریمارکس پاس کیے' لیکن دل ہی دل میں لاوا سا پکنے لگا تھا۔

شہلا نے غصے میں سر جھٹکا اور اسے گھورتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی' اس نے بھی خاموشی سے ناول سنبھالا اور چپ چاپ گیلری کی جانب بڑھ گئی' میدان اب بالکل صاف ہو چکا تھا۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

وہ مستقل چکر پہ چکر لگا رہا تھا اور فراست بڑے اطمینان سے اپنے کمپیوٹر پر جتا ہوا تھا۔ ایسے جیسے اسے اس کی موجودگی سے کوئی غرض نہ ہو آخر اس نے کمپیوٹر اسکرین سے نظر ہٹا کر اس کے بے چین وجود پر مرکوز کی۔

''تو گویا تم نے فیصلہ کر لیا۔''

''ہاں یار۔'' اب اس کے پیر شل ہو چکے تھے رفتار کچھ دھیمی ہو چکی تھی۔

''تو مائی ڈیئر اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔'' اس نے انگڑائی لی۔

''کیا کیا سوچ رکھا تھا اور کیا ہو گیا۔'' وہ تھک کر صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

''ہوتا ہے..... ایسا بھی ہوتا ہے۔''

''افسر بننے کا شوق تھا..... اور'' وہ منہ بنا کر بولا۔

''شکر کرو ورنہ ہمارے ملک میں نجانے کتنے پڑھے لکھے نوجوان ٹھیلے لگا رہے ہیں۔''

''کہتے تو تم ٹھیک ہو۔''

''اچھا یہ بتاؤ کہ کراچی میں تمہارے لیے کوئی مشکل تو پیش نہیں آئے گی۔''

''پیش ہو یا زبرہم تو زیر پر بھی کام کرنے پر تیار ہیں اب.....''

''واہ کیا اسپرٹ ہے جناب کی.....''

''اچھا اب تم اپنے انکل سے تو بات کرو۔''

''انکل کو تو میں نے اسی دن ای میل کر دیا تھا بلکہ ان کے کالج میں کچھ خالی اسامیاں بھی ہیں میں ان سے کنفرم کر لوں پھر تم تیاری پکڑ لینا۔''

''ٹھیک ہے یار.....''

اس نے تھک کر صوفے کی پشت پر سر ٹیک دیا۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

وہ اس بار انتہائی رومانوی ناول سینے سے لگائے خوابوں کے جزیرے میں بہت دور تک گم ہو چکی تھی' جوائنٹ فیملی سسٹم' کزنز کی چھیڑ چھاڑ' بزرگوں کی محبت آمیز جھڑکیاں' بچوں کی شرارتیں' ہیروئن کا از حد خوب صورت ہونا' ہیرو کا بے حد اسمارٹ اور تعلیم یافتہ ہونا اس پر انتہائی گھمبیر آواز اور دلکش انداز گفتگو..... واہ اس کا دل مسوس کر رہ گیا' ہیروئن کا بار بار ہیرو سے ٹکرانا ہیرو کی معنی خیز باتیں۔ ہیروئن کا شرم سے سرد پڑ جانا اف اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

''مہرو مہرو۔'' آوازیں دیتا ہوا وہ اسکے سر پر آن کھڑا ہوا تھا' پسینے سے شرابور جمے گردن میں آئے بال وہ پورا بھوتنا دکھائی دے رہا تھا۔

''کیا حسرت پڑی ہے تمہیں۔'' خوابوں کی حسین وادی سے نکل کر حقیقت کی خاردار تپتی سڑک پر کھڑا ہونا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔

''میرا تولیہ تم نے اتارا تھا۔'' وہ شاید ابھی کرکٹ میچ کھیل کر آ رہا تھا۔

''تمہارا میلا کچیلا تولیہ میرے کس کام کا۔'' وہ بھنا کے بولی۔

''گڈو کہہ رہا تھا کہ اس نے تمہیں دیکھا تھا میرے تولیے سے اپنے کمرے کی کھڑکی صاف کرتے ہوئے.....''

''ایک نمبر کا جھوٹا ہے گڈو۔'' اس کا دل چاہا کہ اسی وقت جا کر اپنے بارہ سالہ بھائی کی گردن مروڑ دے۔

''پھر میں کیا کروں تم اپنا تولیہ دے دو۔'' عبید نے درخواست کی تو وہ بری طرح تپ گئی۔

''کیوں کیا میں نے ایدھی ٹرسٹ کھول رکھا ہے اور ذرا دور ہو کر کھڑے ہو اتنی سخت بو ہے تمہارے پسینے میں۔'' اس نے اپنی ناک حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی بند کر لی تھی' اس لیے کہ وہ جانتی تھی کہ عبید کے پسینے سے شدید بدبو اٹھتی ہے۔

''واہ بڑے نخرے ہے آپ کے۔'' وہ کھول اٹھا۔

اچانک اس کی نظر زمین پر ڈسٹ بن کے پاس کونے میں پڑی میلی کچیلی شناسا سی چیز پر پڑی' جس کے نین نقش اس کے تولیے سے کسی حد تک مشابہ تھے' وہ بغور اسی جانب گھورتا ہوا آگے بڑھا اور چٹکی سے پکڑ کر اسے اٹھایا' بلاشبہ وہ اسی کا باتھ سائز تولیہ تھا' جس پر جا بجا مٹی اور میل کے دھبے پانی کے ساتھ مل کر کچھ عجیب ڈیزائن پیش کر رہے تھے۔

''یہ ہی ہے' یہ ہی ہے' مہرو کی بچی تم نے میرے تولیے کا کیا حشر کر دیا۔'' وہ چیخ پڑا۔

''ارے تو اس میں میرا کیا قصور ہے پہلے ہی اتنا گندہ تھا زمین پر گرا دیکھا تو میں سمجھی کہ چچی بیگم نے نیا ڈسٹر بنایا ہے۔ اسی لیے اپنے کمرے کی کھڑکی دروازے کے شیشے صاف کر لیے' ویسے بہت اچھا صاف کرتا ہے تمہارا تولیہ..... دیکھو تو کتنے چمک رہے ہیں کھڑکی دروازے۔'' وہ نہایت فخر سے اپنا کارنامہ بیان کر رہی تھی۔

''تم انتہا سے زیادہ فضول لڑکی ہو.....'' جو بھی جلدی میں منہ میں آیا' اس نے بک دیا اور غصے سے پیر پٹختا چلا گیا۔

''توبہ ہے ایک ناولز کے کزنز ہوتے ہیں ہر وقت ہیروئن کے آگے پھرتے ہیں اور ایک ہمارے کزن ہیں' جنہیں دن بھر دھوپ میں رنگ کالا کرنے کے سوا کوئی اور کام نہیں..... پورے ڈیڑھ برس بڑا ہے مجھ سے لیکن دو سال انٹر میں فیل ہو چکا ہے۔ حالانکہ اچھی طرح اپنے ملک کے قانون سے واقف ہے' کتنا ہی اچھا کھیل لے' جان لڑا لے' کرکٹ بورڈ والے گراؤنڈ میں پانی پلانے کے لیے بھی اسے سلیکٹ نہیں کریں گے لیکن پھر بھی جتے رہتے ہیں..... ہوں احمق۔''

ناول کے کردار اب بھی اس کے ذہن میں شور مچا رہے تھے' وہ ابھی تک اس سحر سے آزاد نہیں ہوئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

کالج سے تھکی ہاری گھر آئی تو عجیب افراتفری کا ماحول دیکھا' چچی بیگم نے اپنے بے ہنگم وجود پر کلف زدہ سوتی ساڑھی بڑی مشکل سے لپیٹی ہوئی تھی' اماں بھی ڈھنگ کا جوڑا پہنے نظر آئیں اور تو اور عبید بھی خاص کٹ میں ڈھنگ کا نظر آ رہا تھا۔

''مایا! کیا بات ہے آج تو نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔'' اس نے میلے کپڑوں کے ڈھیر کو صاف چادر سے چھپاتی ہوئی مایا سے پوچھا۔

''مہرو آپی! اسلام آباد سے مہمان آئے ہیں۔'' اس نے کان کے پاس آ کر سرگوشی کے سے انداز میں بتایا۔

''کیا کسی سرکاری محکمے کا بندہ ہے۔ گندگی پر ٹیکس لگانے آیا ہے۔'' ایک ہی جملے میں دو سوال داغ دیے۔

''توبہ ہے آپی ہمارے رشتہ دار ہیں۔'' ماہا نے خفگی سے کہا۔

''شکر ہے! میں تو کچھ اور ہی سمجھ بیٹھی تھی۔'' اپنا بیگ وہیں ٹیبل پر پھینک کر وہ بیڈ پر دراز ہو گئی۔

''خاصا ہینڈسم بندہ ہے آپی.....'' ماہا اچک کر اس کے پاس بیٹھ گئی' اس کے چہرے پر دمکتی مسرت آنے والے مہمان کے حلیے کی رونمائی کر رہی تھی۔

''کیا کرتا ہے۔ کیوں آیا ہے۔ ہمارا کیا لگتا ہے۔'' اس نے ذرا بے پروائی سے پوچھا۔

''اسلام آباد سے آیا ہے.....ابو کے چچازاد کا بیٹا ہے۔ شاید نوکری کے سلسلے میں آیا ہے۔'' ایک کے بعد سوالوں کے جواب ملتے گئے۔

''تمہاری شہلا آپی کدھر ہیں آج انہوں نے کالج سے ٹلا مارا تھا۔''

''تیار ہو رہی ہیں۔'' مختصر جواب ملا وہ الجھ کر رہ گئی۔

''کیوں.....کیا اسے دیکھنے مہمان آ رہے ہیں۔'' کم مائیگی کا احساس ذرا قد نکالنے لگا۔

''نہیں بھئی''

''اوہ! اب سمجھی اسلام آباد والے مرغ کو اپنے جنس سے متاثر کرنا چاہتی ہیں۔'' وہ دھیرے دھیرے بڑبڑا رہی تھی۔

''آپی اگر ان کی شادی آپ سے یا شہلا آپی سے ہو جائے سچ بڑا مزہ آئے گا۔''

مایا کا خوشی سے تمتماتا چہرہ خوابوں کے بھنور میں کھویا ہوا تھا' اس کی شفاف آنکھیں خواب دیکھ رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر اس کے چہرے کو بغور دیکھا' وہ ایک ہی پرواز میں ان دونوں کا موازنہ کر رہی تھی' اس کی نظر میں وہ دونوں ایک ہی جیسی ہیں' پہننا اوڑھنا چال ڈھال رکھ رکھاؤ فیشن سب کچھ بھک سے اڑ گیا' ایک آنکھ سے اس نے شہلا کو اور دوسری آنکھ سے اپنا وجود دیکھا تھوڑی دیر پہلے اٹھنے والا احساس کم مائیگی کی دھول ہو چکا تھا' اس کے اندر کا موسم انگڑائی لے کر جاگ چکا تھا' فضا میں کھلے کھلے رنگ بکھر گئے تھے' طبیعت میں شوخی سی جنم لینے لگی تھی' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''مایا! کیا ایسا ممکن ہے۔'' اس کی آنکھیں سپنے دیکھ رہی تھیں۔

''کیا آپی.....'' تھوڑی دیر پہلے اسے جگا دینے والی مایا اب تکیہ کا غلاف اتارنے میں مصروف تھی۔

''جو ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا تھا' کیا وہ ہم دونوں میں سے کسی کو پسند کر سکتا ہے۔'' اس کا دل دھڑک رہا تھا' بولتے ہوئے زبان کچھ اٹک سی رہی تھی۔

''اور کیا تائی جی اور امی جان کا بھی یہ ہی خیال ہے۔'' چند گھنٹوں میں ہی اس گھر کی فضا میں کیا کچھ رونما ہو گیا تھا' وہ اٹھ کر الماری کے ساتھ آئینے کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی' ڈھیلے ڈھالے سفید کالج یونیفارم میں اسنے اپنے آپ کو پہلے سے بہتر محسوس کیا حالانکہ تھکن کے آثار نمایاں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھے لیکن دل کا موسم بہت خوب صورت تھا' آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر وہ خود بخود دھیمے سے مسکرادی اور بڑی سرعت سے اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔

نہا دھو کر لائٹ پنک کلر کا ملتانی کام والا جوڑا زیب تن کر کے وہ اپنے آپ کو کسی حد تک مطمئن محسوس کر رہی تھی گیلے بالوں کو تولیے میں لپیٹے آئینے کے سامنے بیٹھی تو میک اپ کے لوازمات کی کمی کا شدت سے احساس ہوا وہی لائٹ پنک کلر کی لپ اسٹک جو اماں نے بڑی کد کر کے اس کے لیے خریدی تھی' ہاشمی کا جل اور ٹیلکم پاؤڈر کا میڈیم سائز کا ڈبہ ڈریسنگ ٹیبل پر اس کا منہ چڑا رہا تھا' وہ تو اکثر شادی یا پارٹیز کے مواقع پر شہلا کی چیزوں کا استعمال کیا کرتی تھی کیونکہ شہلا دل کھول کر ان کا استعمال روز ہی کیا کرتی تھی اور اسے ہی ان فضولیات کا شوق بھی تھا' عام دنوں میں بھی اس کی بڑی بڑی آنکھیں کاجل میں بھری کچھ اور بھی خوب صورت لگتی نرم و نازک ہونٹوں پر وہ لالی لگا کر چھڑا لیا کرتی بقول شہلا کہ اس سے نیچرل ٹچ آجاتا ہے اور یوں یہ سب کچھ اس کے حسن کا حصہ بن چکا تھا' کبھی کبھار چھوٹی موٹی پانی پت کی جنگ کے تحت اماں نے ایک آدھ چیز اس کے لیے بھی خرید لی تھی' لیکن صرف اہم تقریبات کے علاوہ بقول اماں کہ وہ یونہی سر جھاڑ منہ پھاڑ رہتی تھی۔

''اگر شہلا سے جا کر اس کی لپ اسٹک مانگ لوں تو۔'' پرانی لپ اسٹک پر اس کا دل نہیں ٹھک رہا تھا۔

''لیکن نہیں وہ سمجھ جائے گی کہ میں اس کی وجہ سے تیار ہو رہی ہوں۔'' کچھ سوچ کر اس نے لپ اسٹک اٹھائی۔

''مہرو!'' کمرے کے نزدیک سے گزرتا ہوا عبید اسے بنا ٹھنا دیکھ کر رک گیا تھا۔

''کہیں جا رہی ہو.....۔''

''کیوں۔ تمہیں اس سے کیا'' وہ جل کر پٹ سے بولی۔

ہوں۔ اپنی بہنا سے نہیں پوچھتا کہ کیوں بن سج رہی ہو۔ دل میں چنگاری سی اٹھی

''ایسے ہی پوچھا تھا۔ تم تو کاٹنے کو دوڑتی ہو۔'' وہ خجل سا ہو گیا اور سر جھکائے چلا گیا گیلے بالوں کو یونہی کھلا چھوڑ کر وہ نیچے چلی آئی۔

''کہیں جا رہی ہو بٹیا۔'' چچی بیگم کچن سے برآمد ہوئیں تو اسے دیکھتے ہی یہ ان کا پہلا سوال تھا۔

''نہیں تو۔'' دل ہی دل میں وہ بری طرح تپ گئی تھی لیکن منہ پر اظہار نہیں کیا۔

''اچھا کھانا کھالیا تم نے۔'' انہوں نے بڑی محبت سے پوچھا۔

''جی نہیں ابھی نہیں کھایا''

''کھانے میں ذرا دیر ہے مہمان آیا ہوا ہے ناں اسی لیے ذرا اہتمام کیا ہے۔'' انہوں نے اطلاع فراہم کی۔

''ایسا مرا ہوا دھنیا اور پیسے اور چاہیے دماغ خراب ہو گیا ہے اس سبزی والے کا۔'' اماں ہاتھ میں دھنیے کی گڈی لیے صحن سے بڑبڑاتی آ رہی تھیں' انہیں ہمیشہ ہی گلی سے گزرنے والے اس پھیری والے سے گلہ رہتا تھا لیکن آئے دن اس کی ضرورت بھی پڑتی رہتی تھی' اسے دیکھ کر ان کی زبان رک گئی۔

''ارے مہرو! کہیں جا رہی ہو''

''نہیں اماں۔'' وہ چڑ ہی گئی' اس کی زبان کچھ تلخ ہو گئی تھی' انہوں نے اس کی چڑچڑاہٹ کو محسوس کر لیا تھا لیکن چچی بیگم کے سامنے وہ بیٹی کی تیز زبان کا اثر زائل کرتے ہوئے بولی

''دلہن! اب کی بار یہ سبزی والا آئے تو ہرگز بھی اس سے سبزی نہ لینا ایک کے دو دام بناتا ہے باسی باسی سبزیاں پانی چھڑک چھڑک دو تین روز تک بیچتا رہتا ہے''

''اس لیے میں نے عبید سے کہا تھا کہ ذرا بازار سے دھنیا لے آنا لیکن یہ لڑکا ایک جگہ ٹک کر کب بیٹھتا ہے۔''

چچی بیگم فریج سے کچھ نکالنے کو بڑھی اور ادھر اماں نے ترچھی کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا بس اس نے جان لیا کہ شامت ہی آئی اور اس نے وہاں سے دوڑ لگا دی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کھانے کے ساتھ وہ پوری لپ اسٹک بھی کھا چکی تھی اب تو بریانی میں مرچوں کی شدت سے اس کے ہونٹ جل رہے تھے' کپڑوں پر ایک دو جگہ سالن کے دھبے بھی پڑ گئے تھے' ظاہر ہے مقابلے میں ایسا تو ہوتا ہی ہے اور پھر سب سے زیادہ ہاتھ تو عبید کا ہی چلتا تھا ڈشوں پر، جو اس کے برابر میں بیٹھا مستقل بوٹیوں پر ہاتھ صاف کر رہا تھا

''تم نے اپنی جگہ کیوں بدلی۔'' وہ چڑ کر بولی' اس کی نگاہ اس کی پلیٹ پر جم گئی جس پر بریانی کا ایک پہاڑ کھڑا تھا جس کی بلندی پر قورمہ اور موٹی موٹی بوٹیاں نہایت شان سے براجمان تھیں۔

''جلدی میں جو جگہ ملی بیٹھ گیا مجھے بھی تمہارے برابر میں بیٹھنے کا شوق نہیں۔'' وہ تیزی سے منہ چلا رہا تھا' شاید بغیر چبائے ہی نگل رہا تھا۔

''ارے تو کیا ہوا اگر بیٹھ گیا۔'' اماں نے پھر اسے آنکھیں دکھائیں۔

''بس مجھے ہی آنکھیں دکھاتی رہیے اپنے لاڈلے کو کچھ نہ کہیے گا۔ میری آگے کی بوٹیاں بھی اڑا گیا۔'' اس سے خاموش نہیں رہا گیا۔

''بٹیا تم میرے پاس بیٹھ جاؤ۔'' چچی بیگم نے اسے آفر دی' جن کے پاس پہلے ہی مایا اور گڈو جمے بیٹھے تھے اور وہ پارٹی بھی کونسی کمزور تھی یہاں تو ایک عبید ہی تھا لیکن وہاں تو دو بیٹھے تھے اوپر سے خود چچی بیگم۔

''اگر اس وقت ساتھ مہمان ہوتا تو کیا سوچتا ہمارے بارے میں۔'' شہلا نے ذرا منہ بنا کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا وہ صاف صاف اس پر چوٹ کر رہی تھی۔

''یہی کہ ہم لوگ کتنے تمیز دار ہیں۔'' مایا نہایت بھونڈے پن سے ہنستے ہوئے بولی۔

''اور کھانے کے میدان میں نازی فوج کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں''

عبید نے دو کباب اٹھا کر اپنی پلیٹ پر ڈھیر کر دیے ان کے اس جملے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''ٹھیک کہاں ناں میں نے۔'' عبید نے مسکرا کر اس سے تعریف چاہی۔

''ہنڈرڈ پرسنٹ۔'' اس نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور کن انکھیوں سے شہلا کی جانب دیکھا جو ناک پھیلائے بڑے غصے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کی بری طرح کرکری ہو گئی تھی۔

''دلہن! مہمان کے لیے تو اچھی طرح نکال کر رکھ لیا تھا ناں۔'' اماں نے چچی بیگم سے پوچھا۔

''ہاں آپ فکر نہ کریں بھابھی جان مہمان کے لیے اور دونوں بھائیوں کے لیے اچھی طرح کھانا نکال لیا لیکن آپ بچوں کو تاکید کر دیں کہ رات کو اگر کسی نے کھانے پر زیادہ ہاتھ چلائیں تو اچھا نہیں ہوگا۔'' چچی بیگم ابھی سے رات کے کھانے کے بارے میں متفکر تھیں۔

''میں تو کباب کھاؤں گا رات کو۔'' گڈو مچل کر بولا

''خبردار! رات کو آلو کی قتلیاں بنے گی بس! سب بچے پہلے کھانا کھائیں گے پھر مہمان کھائیں گے۔'' اماں نے اسے گھڑک دیا۔

''لیکن اماں اس طرح تو مہمان یہ ہی سمجھے گا کہ اسے بچا کچا کھانا کھلا دیا۔'' شہلا نے صرف سلاد اپنی جانب کھسکائی۔

''اسی لیے سب بچے اوپر کھانا کھائیں گے اور ہاں خبردار جو کسی نے ندیدے پن کا مظاہرہ کیا۔'' اماں نے سب کو خبردار کر دیا۔

''ارے واہ! ایک وقت عیش اور دوسرے وقت سوکھا۔'' عبید نے پھر سے اپنی پلیٹ میں بریانی کی ایک پہاڑی کھڑی کر لی تھی۔

''اچھا اب چپ کر کے کھانا کھاؤ۔'' چچی بیگم نے اپنی رعب دار آواز میں کہا اور سب چپ چپاتے کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے البتہ چپڑ چپڑ کی آواز پر اماں اور چچی بیگم بچوں کو گھور کر دیکھ رہی تھیں۔

''فضول میں کپڑے خراب ہو گئے۔ اگر مجھے پہلے سے پتہ ہوتا کہ وہ مہمان کا بچہ دوپہر کو اچانک اپنے ضروری کام سے دفعان ہو جائے گا تو ہرگز بھی اتنی محنت نہیں کرتی۔'' کپڑے اتارتے وہ اس ان دیکھے مہمان کو دل کھول کر برا بھلا کہہ رہی تھی۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

اس نے ہلکے سے گیٹ کو دھکا دیا اور دوسرے ہی لمحے اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے اس کی ناک میں کوئی گرم سی چیز اتار دی ہو وہ بری طرح سے سامنے آنے سے ٹکرا گیا تھا۔

''نظر نہیں آتا کیا۔'' اس کا دماغ بھنا کر رہ گیا۔

''مجھے تو نظر آتا ہے..... لیکن شاید تمہاری آنکھوں کی ٹیوب لائٹس فیل ہیں۔'' وہ اپنا سر پکڑے غصیلی نظروں سے اسے گھور رہی تھی جو اس کے سر سے بری طرح ٹکرا کر گھوم چکا تھا۔

''اف! ناک توڑ کر رکھ دی۔'' وہ ہاتھ لگا کر محسوس کر رہا تھا کہ کہیں خون تو نہیں نکل آیا۔

''اب گیٹ پر ہی جمے کھڑے رہیں گے یا اندر بھی جانے دیں گے مجھے۔'' وہ نہایت بدتمیزی سے مخاطب ہوئی تو وہ جھٹ پرے ہو کر کھڑا ہو گیا اس طوفان میل کے لیے راستے چھوڑنا ہی اس کے حق میں بہتر تھا' وہ بڑبڑاتی ہوئی اندر چلی گئی اور وہ اپنی ناک سہلاتا ہوا باہر کی جانب بڑھا۔

دوپہر میں کھلی دھوپ بڑی شان سے ہر جانب پھیلی ہوئی تھی اور پھر کراچی کا ٹریفک جس سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ اتنی دیر سے وہ رکشے یا ٹیکسی پکڑنے کی کوشش میں مصروف تھا' لیکن آدھے گھنٹے تک یونہی خوار ہونے کے بعد اس نے اپنا ارادہ ہی بدل لیا' اوپر چلچلاتی دھوپ نے رہی سہی ہمت بھی توڑ دی تھی۔

''اتنی جلدی آ گئے بیٹا! کیا وہ صاحب ملے نہیں۔'' چچی بیگم نے ہمدردانہ نظروں سے پسینے سے شرابور وجود کو دیکھا وہ بھیگا چڑا بنا کھڑا تھا۔

''نہیں آنٹی میں جا نہیں سکا۔'' پیاس سے حلق میں کانٹے سے پڑ رہے تھے' اس نے جلدی سے ڈائننگ ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور غٹا غٹ پی ڈالا۔

''یہاں سب سے بڑا مسئلہ ٹرانسپورٹ کا ہے بیٹا تم اپنے انکل سے کہہ دیتے تو وہ تمہیں ڈراپ کر دیتے''

''نہیں آنٹی انکل تو صبح جلدی نکل جاتے ہیں۔ مجھے تو ان صاحب نے ایک بجے کا ٹائم دیا تھا''

''ویسے تو تمہاری بات ہو چکی ہے ناں ان سے''

''جی'' ! وہ وہیں ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر ڈھیر ہو گیا' اس نے تو سوچا تھا کہ یہاں آتے ہی کام بن جائے گا لیکن اس کے تو ابھی سے ہی کس بل ڈھیلے پڑ گئے تھے' چچی بیگم دو چار ہمدردی کے بول ٹھونک کر کچن میں غائب ہو چکی تھیں اور وہ وہیں بیٹھا اپنے آنے والے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''ارے آپ یہاں بیٹھے ہیں میں تو سمجھی تھی کہ اب آپ شام کو ہی واپس لوٹے گے۔'' شہلا فرج سے پانی کی بوتل نکالنے لاؤنج میں آئی تو اسے بیٹھا دیکھ کر اس کی جانب چلی آئی۔

''بس ایسے ہی جلدی آ گیا..... اور آپ سنائیے آپ کی اسٹڈیز کیسی چل رہی ہے''

''ٹھیک ہی ہے آپ کو ہمارا کراچی کیسا لگا۔'' وہ مسکراتی ہوئی اس کے سامنے والی کرسی پر ٹک گئی' پڑھائی کے بارے میں پوچھے جانے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

والے سوالات سے تو بچپن سے ہی اسے چڑ سی تھی لہٰذا جلدی سے پڑھائی کے قصے کو پنچ کرتے ہوئے اس نے بات کا رخ موڑ دیا۔

''ابھی تک ٹھیک سے دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا..... ابھی ڈیڑھ سال پہلے ہی یہاں آیا تھا ایک دوست کے ساتھ کسی کام کے سلسلے میں لیکن اب یہ محسوس ہوتا ہے کہ کراچی تو مسئلوں کا انبار بنتا جا رہا ہے''

''ارے واہ! ایک ہی دن میں اتنا کچھ جان لیا آپ نے۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''کس بات پر ہنسا جا رہا ہے بھئی۔'' چچی بیگم کچن سے نمودار ہوئیں۔

''دیکھیے ناں امی ایک ہی دن میں انہوں نے کراچی کے بارے میں کیا کچھ اخذ کر لیا''

''میں ٹھیک کہتا ہوں آنٹی اسٹیشن پر دیکھیے تو ایک مسئلہ سڑک پر نکلو تو ایک مسئلہ گھر پر آؤ تو ایک مسئلہ آپ لوگ اتنے مسئلوں سے گھبرا نہیں جاتے۔'' وہ اپنا تجربہ بیان کر رہا تھا' اس کی اس بات پر شہلا اور چچی بیگم دونوں ہنس پڑیں اور وہ جو سیڑھیاں اترتے ہوئے اپنے ہی دھیان میں گم تھی ان کے ہنسنے کی آواز پر متوجہ ہو گئی۔

''اوہ! تو یہ ہے وہ محترم جن کا بڑا چرچا تھا..... شکل وصورت کا تو اچھا خاصا ہے لیکن..... ابھی کچھ دیر پہلے جس شخص سے وہ ٹکرائی تھی وہ یہ ہی تو ہے۔ یہ کیا کر ڈالا میں نے۔'' اسے اپنے اوپر غصہ آ رہا تھا اگر ذرا تحمل سے کام لیتی تو شاید اس پر پہلا امپریشن اتنا برا تو نہ پڑتا نجانے کیا سوچتا ہو گا کہ کیسی بدمزاج لڑکی ہے اور شہلا اور چچی بیگم کو تو دیکھو کیسے ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی ہیں یقیناً چچی بیگم نے اسے شہلا کے لیے پسند کر لیا' دل میں حسد سی پیدا ہوئی۔

''آج کل تو اچھی پڑھی لکھی اور خوب صورت لڑکیوں کے لیے بھی اچھے رشتے نہیں ملتے لڑکی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے زینت آپا کی سیج کو ہی دیکھ لیں کیا حسین بچی ہے ایم اے پاس اور اس کا میاں کالانگور بی اے فیل کپڑے کی دوکان پر اتنا اتراتا ہے بچی کو دبا کر رکھتا ہے۔'' ابھی کچھ دن پہلے ہی اس نے اماں کو چچی بیگم سے باتیں کرتے سنا تھا' اپنا سر تھامے بہت کچھ اس کے دماغ میں ہلچل مچا گیا۔

''دھت تیری کے مہرانساء خدا خدا کر کے ایک کزن گھر میں ٹپکا اور تم نے اس کی قدر نہ کی۔'' رومانوی ناولز کے ورجن بھرکزنز میں گھری شرماتی لجاتی ہیروئنیں اس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی۔

''اب کیا کروں اس سے معافی مانگو نہیں نہیں ورنہ وہ کیا سمجھے گا کہ فضول میں فری ہو رہی ہے..... ہاں تو کیا ہوا سمجھتا ہے تو سمجھے لیکن نہیں اس طرح بھی غلط امپریشن پڑے گا پھر کیا کروں ایک تو مجھے اترانا بھی انہیں آتا لیکن مہرانساء بیگم ابھی اترانے کا لجانے کا مرحلہ دور ہے ابھی تو تم نے اس کو یہ احساس دلانا ہے کہ تم بہت اچھی لڑکی ہو لیکن۔'' وہ سیڑھیوں پر کھڑے ساری پلاننگ کر رہی تھی لیکن ہر ہر بات کے جواب میں ایک بڑا سوالیہ نشان منہ پھاڑے کھڑا ہو جاتا تھا۔

''مہرو! مہرو بیٹیا۔'' شاید چچی بیگم نے اسے کھڑا دیکھ لیا تھا اس لیے انہوں نے بیٹھے بیٹھے آواز لگائی ناچار اسے مرے قدموں سے اترنا ہی پڑا۔

''جی! چچی بیگم۔'' وہ اس سے آنکھیں چراتی ہوئی چور سی بنی ان کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

''کچھ لینا ہے کچن سے۔'' چچی بیگم نے محبت آمیز لہجے میں پوچھا۔

''جی نہیں چچی بیگم۔'' وہ منمنائی۔

''پھر تم سیڑھیوں پر کھڑی کیا سوچ رہی تھیں بٹیا۔'' انہوں نے استفسار کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''کچھ نہیں چچی بیگم وہ عبید نے میرا پین لیا تھا وہ لینے آئی تھی۔'' اس نے بہانہ گھڑا' حالانکہ آئی وہ کچن سے اصلی چوری کرنے کی غرض سے تھی لیکن ان سب کو ہنستا بولتا دیکھ کر کچھ اور ہی سوچنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

''اچھا اچھا..... رو جیل بٹیا یہ مہر وانساء ہے تمہارے افسر انکل کی بیٹی' بہت پیاری بچی ہے۔'' چچی بیگم نے اس کا تعارف کرواتے ہوئے کہا' شہلا کا منہ کچھ پھول گیا تھا' اسے اپنی ماں کے منہ سے اس کی تعریف ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

''جی آنٹی! ان سے تو میری ملاقات ہو چکی ہے۔'' وہ گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا مہر کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کی نگاہیں اسے چھید کر رکھ دیں گی' شرمندگی کا احساس اس کا سر جھکا رہا تھا۔

''ارے آپ نے اپنے اس پروجیکٹ کے بارے میں تو بتایا ہی نہیں۔'' شہلا نے اس کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا اور وہ اس کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا ایک بار پھر اس کی اس کے سامنے سبکی ہوئی تھی وہ سر جھکائے اپنے کمرے میں چلی آئی' خود بخود اس کی آنکھیں بھر آئیں' وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوگئی' اس کی نظریں اپنے وجود کا شہلا سے موازنہ کر رہی تھیں اور پھر اس نے خود اپنے آپ کو فیل قرار دے دیا۔

☆☆☆

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجئے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچائیے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجئے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

شکر ہی تھا کہ اسے جلد ہی اپائنٹ منٹ لیٹر مل گیا' ہفتہ بھر کی محنت آخر کار رنگ لے آئی تھی سب سے پہلے اس نے اسلام آباد امی جان کو فون کیا وہ یہ سن کر خاص مطمئن ہوئی تھیں' ان کا کہنا تھا کہ اسے جلد ہی اپنے لیے کوئی ٹھکانہ ڈھونڈ لینا چاہیے رشتے داروں کے گھر آخر کب تک قیام کیا جاسکتا ہے' وہ بھی ان کے اس خیال سے متفق تھا' اس کے بعد اس نے سائبر کلب کا رخ کیا اور فراست بیگ کو ای میل کیا' وہ اس کا تہہ دل سے ممنون تھا کیونکہ اس کی وجہ سے اسے ایک اچھی خاصی ملازمت مل گئی تھی۔ راستے میں اس نے مٹھائی اور کچھ پھل خریدے اور ان چیزوں سے لدا پھندا گھر پہنچا۔ افسر انکل اور مجاہد انکل آج جلد ہی گھر لوٹ آئے تھے' اس کی کامیابی کی خبر سن کر وہ بھی بہت خوش ہوئے۔

''مٹھائی تو ہمیں کھلانی چاہیے تھی بیٹا۔'' افسر انکل نے خوشی سے کہا۔

''ہاں بھئی جب تم کو پہلی تنخواہ ملتی اس وقت ہمارا حق بنتا مٹھائی کھانے کا۔'' مجاہد انکل نے اسے اپنے برابر میں بٹھایا۔

''نہیں انکل میرے لیے تو یہ بہت بڑی بات ہے پورے ایک سال بعد جاب ملی ہے اور پھر میری فیملی تو اسلام آباد میں ہے اگر میں ان سب کے درمیان ہوتا تو کیا ایسے ہی خالی ہاتھ گھر آتا''

''ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے بچہ اب اس کی خوشی تو خراب نہ کریں۔'' چچی بیگم کا چہرہ بھی کھل اٹھا تھا۔

''میں ابھی چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' اماں نے جلدی سے اٹھنے لگی تو چچی بیگم نے انہیں روک دیا۔

''ارے بھابھی جان آپ بیٹھے یہ بچیاں چائے بنالیں گی..... چلو شہلا اور مہرو چائے بنا کر لاؤ۔'' چچی بیگم نے حکم صادر کیا تو مجبوراً ان دونوں کو اٹھنا ہی پڑا شہلا کا تو اٹھنے کا بالکل بھی موڈ نہ تھا اسے باتیں سننے کا بڑا شوق تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے سستی کا مظاہرہ کیا تو پھر اسے اپنی امی جان سے ٹھیک ٹھاک سننے کو ملے گی۔

''تمہارا کیا خیال ہے مہرو۔'' شہلا نے چائے کا پانی چولہے پر چڑھایا۔ وہ چائے کے برتن ٹرے میں سیٹ کر رہی تھی' تب ہی شہلا نے اس سے پوچھا۔

''کس بارے میں''

''روحیل کے بارے میں''

اس کا دل بڑی زور سے دھڑکا' اس دن کے واقعہ کے بعد بھلا اس کا منہ تھا اس سے دوبارہ بات کرنے کو جبکہ اس دوران شہلا اور روحیل کے درمیان اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ پیدا ہو چکی تھی' اکثر وہ عبید اور شہلا کے ساتھ رات کو واک پر جاتا تھا۔ یقیناً اب تک وہ اس سے اظہار محبت بھی کر چکا تھا ہائے۔'' اس کے دل میں کچھ ٹوٹا' آنکھوں میں مرچیں سی لگنے لگی۔

''مجھے کیا پتہ اس کے بارے میں..... میں اس کی سیکریٹری ہوں کیا۔'' وہ جل کر بولی۔

''میرا خیال ہے کہ وہ مجھے پسند کرنے لگا ہے۔'' اس کے چہرے پر رنگ بکھرے ہوئے تھے' مہرو کا دل چاہا کہ سارے برتن دیوار سے پٹخ دے' گرم گرم سا کچھ اندر تک اتر گیا۔

''تو میں کیا کروں۔'' وہ یونہی جل کر بولی۔

''تم مجھ سے پوچھو کہ کیا اس نے مجھ سے اظہار محبت کیا۔'' اس کی بے حسی پر وہ بھی تپ ہی گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں کیوں پوچھوا گر تمہارا دل چاہ رہا ہے تو خود ہی بتا دو ورنہ چپ رہو۔'' اسے اس کے اس طرح ہیروئن بننے پر چڑ چڑاہٹ سی طاری ہو رہی تھی۔

''کیا تم مجھ سے جیلس ہو رہی ہو کہ روحیل مجھے لفٹ کر رہا ہے..... بھئی اب میں کیا کروں میں اس کے دل کو تو بدل نہیں سکتی۔'' وہ اب بڑے اسٹائل سے اپنے گلے میں پڑی چین سے کھیل رہی تھی۔

''مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ وہ کسے لفٹ کرا رہا ہے..... میں تو خود ایسے ویسے لوگوں کو گھاس نہیں ڈالتی۔'' وہ انداز بے نیازی سے کندھے اچکا کر بولی۔

''اچھا تو وہ ایسا ویسا ہے۔'' شہلا نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

''تو اور کیا قد دیکھا ہے اس کا اونٹ کی طرح لمبا ہے۔ رنگ ایسا جیسا پکا شلجم ہنستے ہوئے تو بالکل لنگور کی طرح سرخ ہو جاتا ہے' کان ایسے لمبے جیسے گدھے کے کان سرپرفٹ کروا رکھے ہوں اور نام ایسا کہ جیسے کوئی روسی ہتھیار۔ روحیل''

جلی بھنی وہ اس کی ساری خصوصیات گنوا رہی تھی' جوش جذبات اسے کچن میں چکری کی طرح گھما رہے تھے اور پھر اچانک وہ ساکت ہو گئی' منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''حیرت ہے آج تک میں یہ جان ہی نہ سکا کہ مجھ میں جانوروں کی اتنی ساری کوالٹیز ہیں۔'' ہاتھ میں گلاس تھامے وہ عین اس کے مقابل کھڑا تھا۔ وہ پتھر کے بت کی مانند ایستادہ تھی۔

''سوری روحیل صاحب! دراصل مہرو کو ایسے ہی بولنے کی بہت عادت ہے۔ پتہ نہیں اسے لوگوں کی برائیاں کرنے میں کیا مزہ ملتا ہے۔'' خون تو اس کا بھی خشک ہو گیا تھا' لیکن شاید یہ بھی ایک اچھا موقعہ ہی تھا اسکی برائی اس کے سامنے کرنے کا پھر بھلا وہ کیسے اس سنہری موقعے کو گنوا دیتی۔

''پلیز! کیا آپ اس گلاس کو دھو کر سادہ پانی دیں گی۔'' اس نے گلاس اس کی آنکھوں کے سامنے کیا اور اس کے دیدے شیشے کے گلاس سے چپک گئے۔

''ارے اب مجھے دیجئے ناں میں آپ کو سادہ پانی دیتی ہوں۔'' شہلا نے لپک کر گلاس اچک لیا' وہ اب اپنے حواسوں میں واپس آ چکی تھی' احساس شرمندگی نے اسے وہاں ٹکنے کی بھی مہلت نہ دی اور وہ فوراً رفو چکر ہو گئی۔

☆☆☆

عشق کا قاف

عشق کا قاف سرفراز راہی کے حساس قلم کی تخلیق ہے۔ع ش ق..... عشق..... ازل سے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا یہ جذبہ جب جب اپنے رخ سے حجاب سرکاتا ہے' انہونیاں جنم لیتی ہیں۔ مثالیں تخلیق ہوتی ہیں۔ داستانیں بنتی ہیں۔ ''عشق'' کی اس کہانی میں بھی اسکے یہ تینوں حروف دمک رہے ہیں۔ ''عشق کا قاف'' میں آپ کو عشق کے عین' شین اور قاف سے آشنا کرانے کے لئے سرفراز راہی نے اپنی راتوں کا دامن جن آنسوؤں سے بھگویا ہے۔ اپنے احساس کے جس الاؤ میں پل پل جلے ہیں' ان انگارہ لمحوں اور شبنم گھڑیوں کی داستان لکھنے کے لئے خون جگر میں موئے بیان کیسے ڈبویا ہے' آپ بھی اس سے واقف ہو جایئے کہ یہی عشق کے قاف کی سب سے بڑی دین ہے۔ **عشق کا قاف** کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

رات دھیرے دھیرے اپنا آنچل وسیع کرتی جا رہی تھی' دو سو گز کے اس دو منزلہ پرانی طرز کے بنے مکان کے مکین نیند کی وادیوں میں کھوئے ہوئے تھے اور وہ اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی' ذہن کہیں اٹکا ہوا تھا' سوچیں کلبلا رہی تھیں۔ دل میں ویرانی بال کھولے مسکرا رہی تھی اور وہ اپنے آپ کو کوس رہی تھی۔

''آخر کب تک میں اس طرح احمقانہ حرکتوں سے لوگوں کے سامنے ذلیل ہوتی رہوں گی آخر کیوں مجھ سے ایسی حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں۔'' جب وہ کالج کی ہر عام شکل وصورت کی لڑکیوں کو بن کر بات کرتا ہوا دیکھتی ادائیں بکھیرتا دیکھتی تو اکثر سوچتی کہ وہ ایسا کیوں نہیں کر سکتی' وہ تو ایک دم کھلے بیل کی طرح بے ڈول و بے ہنگم قسم کی حرکتیں دھڑا کے سے کرنے کی عادی تھی کتنی بار اپنے آپ کو بدلنا چاہا لیکن اوپر والے اس کا میٹریل ہی ایسا رکھا ہوا تھا کہ جتنا بھی مولڈ کرنا چاہا پھر وہی بے ہنگم شکل ابھر کر سامنے آ جاتی۔

''سادگی' معصومیت اور بھولا پن یہ پرانے فیشن ہے ڈیئر کزن۔'' شہلا کئی بار اس کے سامنے کہہ چکی تھی۔

''سب ایسے ہی بکواس کرتے ہیں کہ سادگی میں حسن ہے۔ معصومیت میں ہی ادا ہے..... سب لوگ چمکتی چاندنی پر ہی مرتے ہیں'' رابیل اسے اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر اپنا قانون بتاتی اور وہ کونسا چاہتی تھی کہ پرانے فیشن سے ناطہ جوڑ کر رکھے لیکن خود بخود وہ سب کچھ اس کی ذات میں انڈیلتا چلا جاتا جس سے لاکھ جتن کر کے وہ پیچھا چھڑانا چاہتی۔

اس کا دل بھر آیا' آنکھیں شکوہ کرنے لگی' اس کی دبی دبی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔

''مہر وانساء! کیا تم روحیل سے محبت کرنے لگی ہو۔'' دل نے استفسار کیا وہ کچھ گھبرا سی گئی۔

''نہیں' پتہ نہیں شاید ہاں۔'' اس کے پاس کوئی جواب واضح نہ تھا۔

''ایک بار پھر سوچ لو کیا تم اس سے محبت کرنے لگی ہو یا یہ سب کچھ اور ہی ہے۔'' سوال پھر ابھرا۔

''کچھ بھی نہیں ہے مجھے نہیں پتہ۔'' وہ جز بز سی ہو گئی' اس کی ہتھیلیاں بھیگنے لگی' جسم میں سرسراہٹ سی ہونے لگی' وہ گھبرانے لگی' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''کیا واقعی میں روحیل سے محبت کرنے لگی ہوں.....'' اس نے گھبرا کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا جو بڑی روانی سے ایک ہی طرح سے دھڑک رہا تھا۔

''پھر یہ سب کچھ کیا ہے۔ میں ایسا کیوں کر رہی ہوں۔'' اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

''تم حسد کر رہی ہو مہر انساء۔'' اس کے اندر ایک بھیانک صورت مسکرائی تو وہ خوفزدہ سی ہو گئی۔

''کس سے۔'' لب کپکپائے۔

''شہلا سے تم اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ تم سے زیادہ اسمارٹ اور خوب صورت ہے یہ بھی درست ہے کہ وہ اپنے آپ کو حسین بنانے کے لیے مصنوعی جزویات کا سہارا لیتی ہے تو کیا برا کرتی ہے اس سے تمہاری ذات کو کیا نقصان پہنچتا ہے تم بھی حسین ہو تم بھی جوان ہو تم کیوں پیچھے رہتی ہو لیکن یہ بھی حقیقت ہی ہے کہ روحیل کی پسندیدگی کا پلڑہ شہلا کی جانب جھکتا دیکھ کر تم حسد کی آگ میں جلنے لگی'' آواز خاصی بلند تھی اس کی دھمک سے گھبرا کر وہ رونے لگی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''نہیں میں اس سے نہیں جلتی..... بلکہ وہ مجھ سے حسد کرتی ہے میں بھی تو اس سے زیادہ ذہین ہوں..... زیادہ لائق ہوں پھر وہ کیوں حسد کرتی ہے مجھ سے۔'' اس نے لنگڑا عذر پیش کیا

''یہ اس کا اپنا معاملہ ہے لیکن تم روحیل سے محبت نہیں بلکہ شہلا سے حسد کرتی ہو۔ ایسی حسد کا کیا فائدہ مہرو بی بی کہ لوگ تمہاری ذات کا تمسخر اڑائے''

''ہاں مجھے روحیل سے محبت نہیں ہے' نہیں ہے۔'' اس نے فوراً اقرار کرلیا' اپنا سر جھکا دیا' احساس ندامت کسی حد تک ڈھل چکا تھا۔ اس کی اپنی شخصیت انگڑائی لے کر بیدار ہو رہی تھی..... تاریکی ہر سو پھیل چکی تھی اور پھر نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

وہ بڑی تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا پرنسپل صاحب کے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا' آج اس کا تیسرا دن تھا کالج میں اسے فسٹ ایئر اور سیکنڈ ایئر کی اکاؤنٹنگ سونپی گئی تھی۔ پہلے دن ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کالج کے لڑکے خاصے بدتمیز اور پڑھائی میں صفر ہیں پہلا دن اس نے ان کی توجہ اکاؤنٹنگ کی طرف مبذول کرانی چاہی لیکن اسے چبھتے ہوئے فقرے' قہقہے اور کاغذ کی بنی کشتیاں تحفتاً ملی' جو کلاس کے نجانے کس کونے سے نازل ہو رہی تھیں' وہ اکثر یہ ہی سوچتا رہتا کہ اتنی مشکلوں اور ماں باپ کے ارمان لیے وہ اس ملازمت پر لگا ہے آخر کب تک اور کس طرح سے طوفان میں پھنسی اپنی کاغذی کشتی کو کھیتا رہے گا۔

''کھٹ'' لال لوہے کی گول سی چیز اس کے کندھے سے ٹکرائی اور اس کے منہ سے کراہ نکل گئی' اپنا کندھا سہلاتا ہوا اس نے اس بم نما چیز کو دیکھا جو اب لڑھک کر پرنسپل صاحب کے کمرے کی طرف سفر اختیار کر چکی تھی۔ پاکستانی کرکٹ ٹیم کی سیاست بازی اور سلیکٹرز حضرات کی کھینچا تانی کا کوئی بھی رخ ہو، پھر بھی پاکستانی قوم میں کرکٹ کا جوش ہر سیزن میں ابل کر گلی کوچوں میں پھیل جاتا ہے اور اس کڑکتی دھوپ میں جب چیل بھی انڈہ چھوڑ دے' اس کالج کے نہایت ہونہار اسٹوڈنٹ شغل فرما رہے تھے۔

''سوری سر! آپ کو لگی تو نہیں۔'' سوال پوچھا بھی گیا تھا اور خود ہی جواب بھی عرض کر دیا گیا تھا۔

''کم از کم آپ لوگ دیکھ کر تو شاٹ لگایا کریں۔'' اس کا کندھا سخت درد کر رہا تھا۔

''سوری سر۔''

''اگر یہ بال میرے سر پر لگتی تو''

''سر! آپ شہید ہو جاتے۔'' شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا جواب اسے تپا گیا۔

''یو.....'' اس نے دانت کچکچائے لیکن وہ بجلی کی سی سرعت سے بال لے کر فرار ہو چکا تھا' وہ دل ہی دل میں اسے بکتا جھکتا پرنسپل صاحب کے کمرے میں داخل ہوا۔

''کیا بات ہے روحیل صاحب! آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔'' پرنسپل صاحب نے موٹی عینک کے پیچھے سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''سر! ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی میں نشانہ بنا ہوں''

''خدا خیر کرے' آپ تو ٹھیک ہیں۔'' وہ ذرا پریشان ہوئے۔

''ٹھیک تو ہوں..... شکر ادا کر رہا ہوں کہ میرا شولڈر کم از کم اپنی جگہ پر ہے ورنہ شاید اکھڑ چکا ہوتا۔'' اس کا ہاتھ ابھی تک درد کے مقام پر ہی تھا۔

''سمجھ گیا دراصل روحیل صاحب یہ بچے ذرا دوسری قسم کے ہیں میری مراد یہ ہے کہ آپ بھی جانتے ہی ہوں گے کہ ہمارے ہاں پرائیویٹ کالجز میں وہ ہی اسٹوڈنٹ ایڈمیشن لیتے ہیں جو میٹرک میں کم گریڈ سے پاس ہوتے ہیں یا پھر جو سپلیمنٹری دیتے ہیں ظاہر ہے ایسے بچوں کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رجحان پہلے ہی پڑھائی کی جانب کم ہی ہوتا ہے لیکن وہ والدین کے پریشر کی وجہ سے مجبوراً کالج میں ایڈمیشن لے لیتے ہیں۔ پھر ہم ہوتے ہیں اور یہ بے لگام گھوڑے اب ان سے کیسے ڈیل کرنا ہے یہ تو اساتذہ کا کام ہے"

"لیکن! سر یہ تو پڑھنے کے لیے آمادہ ہی نہیں ہوتے"

"میں جانتا ہوں کو چنگ سینٹرز کیوں بھرے رہتے ہیں کچھ عادت ہی پڑ گئی ہے ہم لوگوں کو فیشن بن گیا ہے ٹیوشنز کا اور یہ ایک ایسی لت ہے کہ جس سے اتنی آسانی سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے۔" پرنسپل صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا اور وہ اپنے شولڈر کا درد بھول چکا تھا' درد کی ایک ٹیس دل میں سے اٹھی تھی۔

"پھر ہم کیا کر سکتے ہیں سر"! وہ خاصا متفکر ہو گیا تھا

"ہم اپنی ڈیوٹی کو پوری ذمہ داری سے انجام دے کر کوئی راہ ضرور نکال سکتے ہیں روحیل"! پرنسپل صاحب نے ایک گہرا سانس بھرا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں سر"! اسکا ذہن ایک نئی سوچ سے فیض ہو چکا تھا۔

☆☆☆

محبتوں کے ہی درمیاں

خواتین کی مقبول مصنفہ **نگہت عبداللہ** کے خوبصورت ناولٹوں کا مجموعہ، **محبتوں کے ہی درمیاں**، جلد کتاب گھر پر آ رہا ہے۔ اس مجموعہ میں انکے چار ناولٹ (تمہارے لیے تمہاری وہ، جلاتے چلو چراغ، ایسی بھی قربتیں رہیں اور محبتوں کے ہی درمیاں) شامل ہیں۔ یہ مجموعہ کتاب گھر پر **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

جذام (معاشرتی رومانی ناول)

جذام ایک معاشرتی رومانی ناول ہے جس میں بشریٰ سعید نے ہمارے اس عقیدے کو بہت خوبصورتی سے کہانی کے تانے بانے میں بنا ہے کہ جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی آزمائش لیتا ہے اور اس آزمائش میں پورا اترنے والوں کے درجات بلند کرتا ہے، وہیں دوسری طرف وہ اپنے گناہ گار اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے بندوں سے بھی منہ نہیں پھیرتا بلکہ انھیں بھی سنبھلنے کا ایک موقع ضرور دیتا ہے۔ شرط صرف صدق دل سے اُسے پکارنے کی ہے پھر چاہے معصوم فطرت "عائشہ" ہو یا باطنی طور پر کوڑھی "جانیہ" وہ سب کی پکار سنتا ہے۔ سب پر رحم کرتا ہے۔ اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ **جذام** کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

وہ استری اسٹینڈ پر جھکی استری کرنے میں مصروف تھی' تب ہی اس نے اپنی شرٹ اسٹینڈ پر لا کر رکھی۔

''کیا آپ میری یہ شرٹ استری کر دیں گی۔''

''جی۔'' اس نے مختصراً جواب دیا

''ویسے تو ایک شلوار قمیض بھی کمرے میں پڑا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں ایسے ہی انہیں لوں گا پہن کر شکنیں خود بخود دور ہو جائیں گی۔'' وہ بول رہا تھا اور وہ کھڑی سن رہی تھی کچھ دیر اس نے جواب کا انتظار کیا ناکامی کی صورت میں خود ہی مخاطب ہوا۔

''ویسے آج کل موسم بہت خوب صورت رہتا ہے۔ شاید کسی روز بارش ہو جائے۔'' ایک بار پھر اس نے اس سے بات کرنے کا بہانہ ڈھونڈا لیکن شاید اس کی زبان تالو سے چپک گئی تھی۔ تب ہی گونگی بنی کام میں مصروف تھی۔

''کیا بات ہے مہرو۔ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔'' اس سے رہا نہ گیا۔ وہ نہایت سنجیدگی سے ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا

''جی نہیں۔'' سر جھکائے جواب مل گیا۔

''تو پھر آپ کا یہ رویہ آخر کوئی تو بات ہوگی۔'' وہ الجھ رہا تھا اور وہ سلجھ نہ پا رہی تھی۔

''کوئی بات نہیں ہے آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں بلاوجہ میں۔'' اس کی موجودگی اسے کوفت میں مبتلا کر رہی تھی۔

''بہت دنوں سے اپنے بارے میں ریمارکس نہیں سنے کوئی چوٹ نہیں لگی گھبراہٹ سی ہونے لگی ہے مجھے اس قنوطیت سے۔'' وہ اس پر چوٹ کر رہا تھا' لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

''سوری روحیل صاحب! میں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی اور شاید شہلا کے ساتھ بھی۔'' حلق میں جلن سی پیدا ہو چلی تھی' اس سے وہاں کھڑا نہ رہا گیا وہ یونہی استری اسٹینڈ پر چھوڑ کر دوڑتی ہوئی چلی گئی۔

''زیادتی کی میرے ساتھ شہلا کے ساتھ۔'' وہ حیران سا کھڑا زیر لب بڑبڑا رہا تھا۔

وہ عجیب سی لڑکی نجانے کب اس کے دل کو اسیر کر گئی تھی بے پرواہ' معصوم سی اس کی باتوں میں عجیب سا سحر تھا۔ جیسے ایک دھڑکتا ہوا جوان دل ہی محسوس کر سکتا تھا' اس کی شخصیت کا الھڑ پن اس کی مردانہ وجاہت کو زیر کر چکا تھا۔ اس کا دل چاہتا کہ وہ اسے جان بوجھ کر چھیڑے' تنگ کرے تاکہ اس کی کڑوی کسیلی اور جلی کٹی سنے' اسے ان لڑکیوں سے سخت چڑ تھی جو لڑکوں کو لبھانے کے لیے ادائیں دکھائے' ہر وقت مینا بازار کی مانند سجی بنی رہے اس ہی قسم کی ایک لڑکی شہلا بھی تھی دوستی کی حد تک وہ کسی حد تک مناسب تھی لیکن دل کی ملکہ بنانے کے لیے وہ بالکل بھی فٹ نہ تھی' کسی کو زبردستی تو اپنے دل میں قید نہیں کیا جا سکتا یہ بندھن تو خود بخود بندھ جاتا ہے اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اس بار عید کی چھٹیوں میں جب اسلام آباد جائے گا تو امی جان کو اپنی پسند کے بارے میں بھی آگاہ کر دے گا۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

''پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔'' چچی بیگم نے چچا میاں کو چائے کا کپ تھماتے ہوئے پوچھا۔

''کس بارے میں۔'' چچا میاں کی نظریں جاسوسی ڈائجسٹ پر گڑی ہوئی تھیں۔

''پہلے تو یہ منحوس ڈائجسٹ بند کریں..... ایک مہروانساء اور دوسرے آپ دونوں چچا بھتیجی ڈائجسٹ پڑھنے کی لت میں مبتلا ہیں۔'' چچی بیگم جھنجھلا کر بولی تو چچا میاں نے جلدی سے ڈائجسٹ کا صفحہ موڑ کر نشانی لگائی اور اسے بیڈ کے ایک جانب رکھ دیا۔

''ہاں اب بولو کیا کہہ رہی تھیں تم۔'' انہوں نے چائے کا سپ لیا۔

''کچھ سوچا ہے بیٹی کے بارے میں''

''ابھی تو شہلا پڑھ رہی ہے بھئی۔'' وہ ذرا بے پروائی سے بولے تو چچی بیگم ان کی کلاس لینے بیٹھ گئی۔

''پڑھ رہی ہے تو کیا ہوا..... کونسا اسے پڑھائی کے میدان میں تیر مار لینا ہے اس کے رشتے کے لیے سوچے اپنے خاندان میں ہی دیکھئے کتنی اچھی اچھی لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں اچھے رشتے کے انتظار میں''

''ہاں بات تو درست ہی ہے ویسے یہ روحیل کیسا لڑکا ہے''

''ہاں اچھا بچہ ہے۔ لیکن اس کی تنخواہ بہت کم ہے''

''آج کم تنخواہ ہے کل بڑھ بھی جائے گی''

''لیکن ہم زبردستی کو اپنی بچی اس کے کھونٹے سے نہیں باندھ سکتے رشتہ تو ان کی طرف سے آنا چاہیے''

''زمانہ ماڈرن ہو گیا ہے بیگم ہم بھی بات کر سکتے ہیں کوئی ہرج نہیں لیکن بھائی جان اور بھابھی جان کیا سوچیں گے مہرو بھی تو شہلا کے برابر کی ہے اور پھر بڑا بھائی ہونے کے ناطے پہلا حق تو ان کا بنتا ہے۔'' وہ سوچ میں پڑ گئے۔

''ہمارا عبید اگر کسی قابل ہوتا تو میں مہرو کو مانگ لیتی لیکن آپ کے نکمے بیٹے نے تو ناک ہی کٹوا دی کس منہ سے بات کریں اس کے لیے۔'' چچی بیگم ململا رہی تھیں۔

''مہرو اچھی بچی ہے۔ لیکن کیا ہو سکتا ہے ویسے اپنے اعتزاز بھائی بھی تو دو دفعہ اپنے مزمل کے لیے رشتے دے چکے ہیں۔''

''کیسی بات کرتے ہیں آپ کہاں مزمل اور کہاں شہلا۔'' چچی بیگم ابرو چڑھا کر بولیں۔

''اچھا بھلا کما رہا ہے کنسٹرکشن میں بڑا نام ہے پھر تمہارے بھائی کا بیٹا ہے ذرا سا رنگ دبتا ہوا ہے تو کیا ہوا''

''اچھا بھلا کالا ہے میں اپنی بچی کی شادی اس کلوٹے سے نہیں کروں گی۔ آپ روحیل کے لیے کوشش کر کے دیکھئے''

''ٹھیک ہے کرتا ہوں کچھ۔'' وہ اپنی فکر کو عملی جامہ پہنانے میں کھو گئے۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

آج پریکٹیکل کی وجہ سے اسے خاصی دیر ہوگئی' جب وہ پریکٹیکل روم سے باہر نکلی تو کالج میں سناٹا سا پھیل گیا تھا' خال خال ہی لڑکیاں نظر آ رہی تھیں' بھوک سے برا حال ہو رہا تھا' وہ بڑی تیزی سے بس اسٹاپ کی جانب بڑھی شکر ہی تھا کہ جلد ہی خالی بس مل گئی اور اسے بیٹھنے کو سیٹ نصیب ہوئی اس وقت وہ خالی سیٹ اسے بہت بڑی نعمت لگی اپنے اسٹاپ پر اتری اور ایک بار پھر اس کے تیزی سے قدم اٹھانے شروع کر دیے' اس کا بس چلتا تو اس وقت اڑ کر گھر پہنچ جاتی' حال سے بے حال ہو رہی تھی اور آنتیں بھوک کا ورد پڑھ رہی تھیں۔

اچانک اسے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے' یہ خیال آتے ہی اس نے اپنی رفتار کچھ اور تیز کر دی۔ اس کے پیچھے بھی رفتار خاصی تیز ہو چکی تھی۔ سنسان راستہ' دوپہر کا وقت ایک جوان لڑکی اور ایک اجنبی تعاقب میں یہ سب کچھ یقیناً کسی ناول کا خوب صورت حصہ بن سکتا تھا اور ایسے وقت میں جب وہ اجنبی خوب صورت اور جوان لڑکی کو اغوا کرنے کی کوشش کرتا تو اچانک کہیں سے ہیرو خدائی فوجدار بن کر نازل ہو جاتا اور اس موالی کی اتنی ٹھکائی لگاتا کہ جتنی وہ لگا سکتا اور پھر ہیروئن کو جو سہم کر کسی درخت کے پیچھے مزے سے کھڑے ہو کر فری ریسلنگ کا تماشہ دیکھتی ہے اسے مسکرا کر گھر تک چھوڑنے کی آفر کرتا ہیروئن کچھ شرماتے کچھ خوفزدہ سی اسے اپنی عزت بچانے کا شکریہ ادا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر آپ اس وقت نہ آتے تو نجانے کیا ہو جاتا فل اسپیڈ چلتے ہوئے پنکھے کے نیچے بڑے آرام سے اپنے بیڈ پر اوندھا لیٹ کر ناول میں اس قسم کی سچویشن اسے ہمیشہ اٹریکٹ کرتی تھیں وہ اکثر اپنے بارے میں ایسے سسپنس سے بھرپور سپنے دیکھتی۔

لیکن اس وقت حقیقی صورت حال اس کے بالکل برعکس تھی' خوف سے اس کا پتہ پانی ہو رہا تھا' وہ دل ہی دل میں آیات کا ورد کرتی تقریباً دوڑ رہی تھی۔ ایسے نازک موڑ پر خبیث ہیرو تو کیا کوئی دودھ والا یا ردی پیپر والا بھی اسے منظور تھا کم از کم اکیلی لڑکی دیکھ کر کوئی اس کے ساتھ غلط قسم کی حرکت کرنے کی ہمت تو نہیں کر سکتا۔ لیکن اس وقت سارے دودھ والے ردی والے' ٹھیلے والے' نجانے کسی کھوہ میں جا کر مر گئے تھے اور اسی خبیث تعاقب کرنے والے کے لیے میدان خالی چھوڑ گئے تھے۔

''ایکسکیوزمی مس۔'' وہ اب اسے آوازیں بھی دے رہا تھا' خوف کی ایک لہر اس کے وجود میں سرائیت کر گئی بس سامنے ہی چورنگی کے دائیں جانب اس کی گلی نظر آ رہی تھی اس کا چوتھا مکان ہی تو اس کا تھا' منزل اب قریب تھی۔ تیز چلنے کی وجہ سے اس کے پیر شل ہو چکے تھے' سانس بری طرح پھول رہی تھی۔

''پلیز میری بات سنیے۔'' وہ نہایت دیدہ دلیری سے اسے روک رہا تھا' قد کاٹھ اور صحت کا بھی اچھا تگڑا تھا اور وہ اس کے مقابلے معصوم بکری کے بچے کی مانند تھی' قریب ہی تھا کہ وہ اسے دبوچ لیتا کہ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور فل اسپیڈ میں دوڑ لگا دی' گیٹ کی انکی کنڈی کھول کر اس نے اچھی طرح اپنے پیچھے گیٹ بند کیا ایک ٹھنڈک کا احساس اس کے حسن کو شانت کر گیا' چڑیوں کی چہچہاہٹ' شہتوت کی چھاؤں' گیٹ کے برابر دیوار کے ساتھ ساتھ کیاریوں کی قطار پرندوں کی بیٹ' درختوں سے جھڑے بکھرے پتے' اپنائیت' طمانیت کا محسور کن احساس کتنا خوب صورت اور کتنا مضبوط بنا دیتا ہے ہم جیسی ناتواں لڑکیوں کو اس نے اپنے پیچھے گیٹ سے ٹیک لگائے سوچا اور خود بخود اس کے لب کھل اٹھے' میرا گھر'' اس کا دل چاہا کہ یہیں کچی زمین پر اپنا تھکا وجود ڈھیر کر دے اور پھر نجانے کتنے لمحے بیت گئے' وہ تھکے تھکے قدموں سے راہداری کی جانب بڑھی' دفعتاً ڈور بیل نے اس کے قدم جکڑ لیے۔ اپنے آشیانے کی ٹھنڈی چھاؤں میں۔

''کون ہے بھئی'' تھوڑی دیر پہلے کا حادثہ ذہن سے کسی حد تک محو ہو چکا تھا' آگے بڑھ کر اس نے کھٹاک سے گیٹ کھول دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''تم۔'' خوف' غصہ بزدلی ایک ہی وقت ڈھیر سارے جذبات امڈ آئے۔

''ہمت کیسے ہوئی تمہاری یہاں تک آنے کی، لڑکیوں کو اتنا کم ہمت سمجھ رکھا ہے تم جیسے لفنگوں نے اب، لاشوں کی لائین بچھادوں گی میں کسی سے ڈرتی نہیں ہوں ایک آواز لگاؤں تو ابھی سارے محلے والے پہنچ جائیں گے۔ دن دہاڑے غنڈہ گردی دکھاتے ہو چیر پھاڑ کر رکھ دوں گی۔'' وہ حلق پھاڑ کر بڑبڑیں لگا رہی تھی۔

''ارے میں! میری بات تو سنیے۔'' وہ اس طوفان کے لیے ہرگز بھی تیار نہ تھا۔

''اب دم نکل رہا ہے..... گھنٹہ بھر سے پیچھا کرتے ہوئے جان نہ نکلی''

''ارے کیا ہوا۔'' چچی بیگم اس کی بلند بانگ آوازیں سن کر اپنا بھاری بھرکم وجود سنبھالتی ہوئی نمودار ہوئیں۔

''چچی بیگم ڈرنے کی کوئی بات نہیں میں ہوں ناں اکیلی لڑکی دیکھ کر پیچھا کر رہا تھا میرا۔'' اس نے سلطان راہی کے سے انداز میں اپنے دوپٹے کو بل دیتے ہوئے چچی بیگم کو دلاسا دیا۔

''کیا فائرنگ ہوگئی۔''

اماں سفید چہرہ لیے دل سنبھالے نکلیں تو ان کے پیچھے پوری ایک فوج ائیک کی پوزیشن سنبھالے موجود تھی' اس طوفان خیزی نے اس کے قدم بھی اکھاڑ دیے اور اس نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن خدا نے اسے مہلت نہ دی اور وہ لمحہ بھر میں متحدہ فوج کے درمیان گھرا کھڑا تھا۔ بے نیام و بے آسرا تنہا خوفزدہ بلے کی مانند اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا' شاید یہ اس کی زندگی کی پہلی سب سے بڑی غلطی تھی' سنسان دھوپ بھری دوپہر میں ابھرنے والی بلند بانگ آوازوں کے شور نے سامنے والے نیازی صاحب اور ان کی بیگم، پڑوس کے ریٹائرڈ حوالدار کریم صاحب اور ان کے باڈی بلڈر زپوتا کو بھی گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا تھا' اب ان کے گھر کے سامنے اچھا خاصا جم غفیر جما ہو چکا تھا۔

''اے لڑکی کو چھیڑتا ہے شرم نہیں آتی۔'' مختی جسامت کے مالک نیازی صاحب اپنی صحت سے بھرپور بیگم کی موجودگی میں ہمیشہ پھول جایا کرتے تھے۔

''وہ بھی ہمارے محلے کی بچی کو ہمت کیسے ہوئی اس کی ایک پولیس والے کی محلے کی بچی کو چھیڑنے کی۔'' کریم صاحب نے اپنی سفید لیکن گھنیری مونچھوں کو تاؤ دیا آج بہت عرصے بعد ان کو ہاتھ کی خارش جھاڑنے کا موقع ہاتھ لگا تھا۔

''آپ لوگ میری بات تو سنئے۔ ان محترمہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔'' اس نے اپنے حق میں لب کھولے۔

''اب بہانے بازی کرتا ہے میرا ایک مکا تیری کھوپڑی کے چار ٹکڑے کر دے گا۔'' کریم صاحب کا باڈی بلڈر پوتا اپنے فولادی مکہ ہوا میں لہرا رہا تھا' اس کے پیٹ میں ایک دم مروڑ اٹھنے لگے۔

''میں قسم کہتا ہوں بھائی صاحب میں دراصل ان محترمہ سے ایڈریس پوچھنا چاہتا تھا اور یہ مجھے غلط سمجھ بیٹھی۔'' اس نے فولادی مکہ اپنے پیٹ میں گھستا ہوا محسوس کیا اس کا بدن سنسنا اٹھا۔

''اور جو تم دیدہ دلیری سے ہماری بیل بجا کر نازل ہوئے یہ سب کچھ بھی غلط ہے کیا۔'' اتنے لوگوں کی موجودگی میں وہ مزید بہتر ہوگئی۔

''میری بات سنیے آپ غلط۔'' اس نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

''ارے اس کی تو ایسی کی تیسی ذرا سنبھالنا مجھے بیٹا۔'' نیازی صاحب نے کریم صاحب کے پوتے کو زوردار ہانک لگائی اور خود سینہ تان کر اس کا گریبان پکڑنے کو بڑھے معاملہ خاصا سنگین ہو چکا تھا اور قریب ہی تھا کہ اس نہتے سپاہی کو زیر زبر پیش کر دیا جاتا کہ اچانک ہجوم کے پیچھے سے ایک آواز ابھری۔

''ٹھہریے! یہ کیا تماشہ ہے۔'' وہ لوگوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔

''روحیل! یار خدا کے لیے مجھے ان لوگوں سے بچاؤ۔'' وہ چھ فٹ کا بندہ اس کی پناہ میں آ گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''کیا تم اسے جانتے ہو بیٹا۔'' اماں نے حیرت سے کمزور دشمن کو دیکھا جو روحیل کے شانے سے چپکا کھڑا تھا۔

''جی آنٹی یہ میرا دوست فراست بیگ ہے۔ اسی کی وجہ سے میری جاب لگی ہے۔''

''تو یہاں تو خاندانی معاملہ نکلا۔'' نیازی صاحب بمہ اپنی بیگم کے جلدی سے کھسک لیے ان کے ساتھ ساتھ کریم صاحب اور ان کے پوتے بھی غائب ہو چکے تھے۔

''سڑک پر میری ٹیکسی خراب ہوگئی تھی۔ دوسری کوئی سواری نہیں ملی تو میں نے خود ہی تمہارا ایڈریس ڈھونڈنے کی کوشش کی ایسے ہی ادھر ادھر خوار ہوتا رہا راستے میں یہ محترمہ نظر آئیں تو سوچا کہ ان سے معلوم کرلوں لیکن انہوں نے جواب دینے کی زحمت ہی نہیں کی، الٹی دوڑ لگا دی وہ تو خدا بھلا کرے اس بھلے مانس کا کہ جس نے مجھے صحیح ایڈریس بتا دیا لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ یہاں ان ہی محترمہ سے سامنا ہو جائے گا۔ انہوں نے تو میری بات سننی گوارہ ہی نہیں کی اور بس شروع ہوگئی..... اگر روحیل اس وقت تم یہاں نہ آتے تو یہ محترمہ ان کے حامی میرا قیمہ کر دیتے یار!'' اس نے الف سے بے تک کی کہانی وہیں کھڑے کھڑے سنا دی۔

اس کے تو قدموں کی جان نکلتی جا رہی تھی یہاں تو کایا ہی پلٹ چکی تھی اب وہ سب کی غصیلی نگاہوں کے جھرمٹ میں بھیگی بلی بنی کھڑی تھی۔

''میں سمجھی تھی کہ شاید یہ کوئی غنڈہ یا بدمعاش ہے جو میرا پیچھا کر رہا ہے۔'' اس کا سانس رک رک کر چل رہا تھا۔

''کیا میں شکل سے آپ کو غنڈہ یا بدمعاش دکھائی دیتا ہوں۔'' اگر اس کے ناخن لمبے ہوتے تو یقیناً وہ اس کا چہرہ نوچ ڈالتا۔

''کسی کی شکل پر تو لکھا نہیں ہوتا۔'' وہ منمنائی۔

''اچھا اب اندر چلو بہت تماشہ بنوالیا تم نے۔'' اماں نے غصے سے کہا اور وہ پوری فوج کی معیت میں سر جھکائے مجرموں کی مانند چلتی ہوئی آگے بڑھی۔

''سوری یار..... میں بہت شرمندہ ہوں تم سے..... دراصل مجھے نہانے میں کچھ دیر ہوگئی ورنہ یہ معاملہ اتنے آگے نہ بڑھتا۔'' مارے شرمندگی کے روحیل کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔

''میں تو شکر ادا کرتا ہوں خدا کا کہ تمہیں زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ ورنہ شاید تم بھی مجھے پہچان نہیں پاتے۔''

وہ ابھی تک اس ٹرانس سے باہر نہیں نکلا تھا' اس کا شگفتہ چہرہ مرجھایا ہوا سا تھا۔

''اگر مجھے اس دن پتہ چل جاتا کہ تمہیں آج کراچی آنا ہے تو میں خود تمہیں لینے اسٹیشن آ جاتا انکل نے تو کہا تھا کہ تم کسی دن بھی آ جاؤ گے''

''جو ہوا سو ہوا لیکن یہ بتاؤ کہ وہ ٹارزن نما ہے کون۔'' وہ صوفے میں پاؤں اوپر کیے دھنسا بیٹھا تھا۔

''میری کزن ہے یار۔'' ایک بار پھر شرمندگی کے احساس نے اسے گھیر لیا۔

''نہیں نہیں وہ تمہاری کزن نہیں ہو سکتی۔'' وہ مستقل انکار میں سر ہلا رہا تھا۔

''آئی پرومیس یار..... وہ میری کزن ہے مہروانساء۔'' اس نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

''لیکن تم تو اتنے بہادر نہیں ہو..... یا شاید بزدل۔'' وہ ابھی تک اس کے لیے یہ طے نہ کر پایا تھا کہ آیا وہ ایک بہادر لڑکی ہے یا بزدل وہ ایک عجیب بے یقینی کی سی کیفیت میں مبتلا ہو چکا تھا۔

''کم آن فراست وہ ایک سیدھی سادی احمق سی لڑکی ہے اور بس''

''اور بس نہیں وہ تو بس کے آگے بھی بہت کچھ ہے بلکہ بہت زیادہ کچھ۔''

روحیل نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا' وہ یقیناً اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

اس نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا بس جب سے روئے چلے جا رہی تھی۔ آج پہلی بار اماں اور چچی بیگم نے اسے جی بھر کر صلواتیں سنائی تھیں..... جن سے اس کی بھوک اڑ چکی تھی۔

''آپی! اب بس بھی کریں کھانا کھالیں۔'' مایا جانتی تھی کہ وہ زیادہ دیر تک بھوک برداشت نہیں کر سکتی اس لیے کھانے کی ٹرے لئے اس کے کمرے میں چلی آئی جہاں وہ بیڈ پر اوندھی پڑی نیر بہا رہی تھی۔

''میں کیا کروں مایا میں نے جان بوجھ کر تو کچھ نہیں کیا تھا۔'' وہ یونہی لیٹے بولی۔

''میں جانتی ہوں آپی! اب انھیں پانچ بجنے والے ہیں کچھ کھالیں۔'' مایا نے پیار سے اسے راغب کرنا چاہا۔

''یہ کیا کھائے گی..... ساری عزت خراب کر دی اس نے۔'' شہلا بھی کمرے میں وارد ہو گئی اس کا منہ بری طرح سے بنا ہوا تھا۔

''اب چھوڑیں بھی آپی۔'' مایا نے بڑی بہن کو سرزنش کی تو وہ تپ کر بولی۔

''زیادہ اس کی طرفداری کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہر وقت کچھ نہ کچھ فساد کرتی رہتی ہے۔ اچھی بھلی عزت خراب کر دی روحیل کی''

''آپ ان کی زیادہ سائیڈ نہ لیں۔'' مایا نے بھی کمر کس لی۔

''کیوں نہ لوں غلطی اس کی ہے۔'' شہلا بھی مقابلے پر اتر آئی۔

''کیا ہو گیا کیوں شور مچا رہی ہو۔'' عبید ان لوگوں کی آوازیں سن کر دوڑتا ہوا اوپر آیا۔

''ساری غلطی مہرو کی ہے اور مایا اس کی طرفداری کر رہی ہے۔'' شہلا نے بھائی کی پشت پناہی چاہی۔

''میں طرفداری نہیں کر رہی ہوں میں تو مہرو آپی کو کھانے کے لیے کہہ رہی ہوں۔'' مایا پٹ سے بولی۔

''اب جو ہو چکا ہے اس پر مٹی ڈالو۔ مہرو تم کھانا کھالو۔'' عبید نے شہلا کی مخالفت نظر انداز کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا جو اب اٹھ کر بیٹھ چکی تھی اور پٹر پٹر آنکھوں سے ایک اور دیکھ رہی تھی۔

''ہاں ہاں تم بھی مجھے ہی کہو مہرو تو تمہاری سگی ہے ناں سوتیلی تو میں ہوں۔'' شہلا بری طرح جل گئی۔

''فضول بکواس مت کرو۔ اس میں سگی سوتیلی کا سوال نہیں ہے۔'' وہ بھی تن کر کھڑا ہو گیا۔

''کیوں سوال نہیں ہے تمہاری ناکام خواہشات ہیں عبید صاحب اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ اگر تم کسی قابل ہوتے تو اس بھوندو سے تمہاری شادی کر دی جاتی لیکن افسوس تم ایک نکمے لڑکے ہو۔'' جو بھی منہ میں آیا اس نے بک دیا۔

''شہلا! میں تمہارا گلہ دبا دوں گا۔'' اپنی بے عزتی پر وہ چیخ اٹھا

''ہاں اور کیا کر سکتے ہو۔ مسٹر عاشق۔'' وہ الزام پر الزام دھر رہی تھی اور وہ حیران تماشائی بنے دیکھ رہی تھی۔

''او..... میں تمہیں۔'' وہ اسے پکڑنے دوڑا بجلی کی سی سرعت سے وہ ان دونوں کے بیچ آ گئی۔

''یہ کیا بچکانہ پن ہے عبید'' سب کچھ بھول بھال کے وہ بیچ بچاؤ کرانے میں مصروف ہو گئی۔

''تم ہٹ جاؤ مہرو دیکھا نہیں کیا اول فول بک رہی تھی۔'' غصے سے اس کی آنکھیں ابل رہی تھیں۔

''لڑائی جھگڑے میں ایسا ہی ہوتا ہے..... کوئی لڈو پیڑے تو بٹتے نہیں ہیں تم جاؤ مہمان گھر پر ہیں یہ دنگل دیکھ کر وہ کیا خیال کریں گے۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے اسے رو جیل اور فراست کی موجودگی کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

''ہاں بھائی آپی ٹھیک کہتی ہیں چلو چلو تم یہاں سے۔'' مایا زبردستی اس کا بازو پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی اسے کمرے سے باہر لے گئی۔

''دیکھا تم نے کیسے آنکھیں دکھا رہا تھا۔'' اپنے اور اس کے بیچ لڑائی بھول کر وہ اب اسی سے بھائی کا شکوہ کر رہی تھی۔

''لڑکوں کی تو عادت ہی ایسی ہوتی ہے شہلا تم کیوں بھائی کے منہ لگتی ہو۔'' اس نے پیار سے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں' وہ اب ٹسوے بہا رہی تھی۔

''جب دیکھو اپنے کام کہتا ہے اور میں کر دیتی ہوں استری کرنے کو کہتا ہے تو کر دیتی ہوں رات کو دیر سے گھر آتا ہے تو ابو سے جھوٹ بولتی ہوں کس کی خاطر اس کی خاطر'' وہ روتے ہوئے اس کی شکایتوں کا رجسٹر کھول کر بیٹھ گئی تھی۔

''ہاں اور کیا اپنے گڈو کو ہی دیکھ لو کتنا پڑھایا ہے لیکن نخرے کتنے دیکھاتا ہے۔'' وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئی۔

''یہ بھائی ہوتے ہی ایسے ہیں فوراً سے آنکھیں دکھانے لگتے ہیں۔'' وہ ناک سڑسڑ کرتی بولی۔

''ہاں اور کیا۔'' اس نے کھانے کی ٹرے اپنے قریب ہی کھسکالی اور لقمہ بنانے لگی' بھوک کھل کر لگ رہی تھی۔

☆☆☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اردو ادب کے مشہور افسانے

کتاب **اردو ادب کے مشہور افسانے** بھی کتاب گھر پر دستیاب ہے جس میں درج ذیل افسانے شامل ہیں۔ (آخری آدمی، پسماندگان، انتظار حسین)؛ (آپا، ممتاز مفتی)؛ (آندی، غلام عباس)؛ (اپنے دُکھ مجھے دے دو، وہ بڈھا، راجندر سنگھ بیدی)؛ (بلاؤز، کالی شلوار، سعادت حسن منٹو)؛ (عیدگاہ، کفن، شکوہ شکایت، منشی پریم چند)؛ (گڈریا، اشفاق احمد)؛ (توبہ شکن، بانو قدسیہ)، (گنڈاسا، احمد ندیم قاسمی)؛ (حرام جادی، محمد حسن عسکری)؛ (جینی، شفیق الرحمن)؛ (لحاف، عصمت چغتائی)؛ (لوہے کا کمر بند، رام لعل)؛ (ماں جی، قدرت اللہ شہاب)؛ (مٹی کی مونالیزا، اے۔ حمید)؛ (اوور کوٹ، غلام عباس)؛ (مہالکشمی کا پل، کرشن چندر)؛ (ٹیلی گرام، جوگندر پال)؛ (تیسرا آدمی، شوکت صدیقی) اور (ستاروں سے آگے، قراۃ العین حیدر)۔

یہ کتاب **افسانے** سیکشن میں پڑھی جا سکتی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

تقریباً پون گھنٹے سے وہ پرنسپل صاحب کے کمرے میں بیٹھا انتظار کی گھڑیاں گن رہا تھا' گھڑی کی سوئیاں نہایت سست روی سے سفر طے کر رہی تھی وہ خاصا بور ہو چکا تھا لیکن ملنا بھی ضروری تھا۔

''ارے فراست بیٹا! معاف کرنا' میٹنگ میں ایسا پھنسا کہ تمہیں بھول ہی گیا۔'' خدا خدا کر کے ان کی صورت نظر آئی' تو اس نے چین کا سانس لیا۔

''میں تو سوچ رہا تھا کہ شاید آپ کی میٹنگ مزید ایک گھنٹے تک جاری رہے گی''

''ارے نہیں بیٹا' بس کالج کے بچوں کے کچھ ایسے مسئلے تھے جن کے حل کے لیے سوچنا ضروری ہے' مثلاً یہ ہی دیکھ لو اسٹوڈنٹ نصاب کی کتابیں چھوڑ کر حل پرچہ جات ماڈل پیپرز اور گیس پیپرز سے کام چلاتے ہیں تو پھر یہ کتابیں کس کے لیے چھپتی ہیں آخر۔'' انہوں نے بیٹھتے ہی اپنا مسئلہ بیان کرنا شروع کر دیا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں انکل! آج کل ایسا ہی ہو رہا ہے اور ہاں یاد آیا آپ کے چھوٹے بھائی جمال انکل بھی تو بڑے زبردست گیس پیپرز تیار کرتے ہیں سنا ہے بڑی دھوم ہے ان کے گیس پیپرز کی۔'' ایسے ہی اسے خیال آیا اور یونہی رواروی میں منہ سے نکل گیا پرنسپل صاحب سر کھجانے لگے ظاہر ہے ان ساری مشینوں کے پیچھے کسی نہ کسی کا تو ہاتھ ہے آخر ان ساری خصوصیات کے مقبول ہونے کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی۔

''اچھا تم کسی کام کے لیے کہہ رہے تھے شاید۔'' انہوں نے اسے بہلانے کے لیے کہا۔

''جی یاد آیا دراصل انکل میں اپنے آفس کے کام سے کراچی آیا ہوں میرا قیام تو ہوٹل میں ہے لیکن اس کے لیے آپ کو میری ساتھ چلنا ہوگا''

''کوئی بات نہیں بیٹا میں بڑی خوشی سے تمہاری ساتھ چلوں گا اور پھر ویسے بھی تم جیسے ذہین لڑکے کا کام کر کے مجھے خوشی محسوس ہوگی''

''تھینک یو انکل! اور سنائیے روحیل کیسا کام کر رہا ہے''

''ابھی تو کچھ ٹینس لگتا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شاید نارمل ہو جائے''

''اس کی امی اسے بہت مس کرتی ہیں۔ ایک تو ہمارے ملک میں تعلیم کا نظام بڑا عجیب ہے ہر سال مختلف ڈپارٹس سے اسٹوڈنٹس ڈگریاں لے کر نکلتے ہیں اور کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس ادارے میں ان کی کھپت ہے بھی یا نہیں سائنس کا ڈگری یافتہ آرٹس کے کام میں جتا ہے کامرس کا بندہ سائنس میں اور تو ہمارے سرکاری اسکولز میں انگریزی پڑھانے والے اساتذہ دو جملے ٹھیک سے انگریزی تک نہیں بول سکتے بلکہ میں نے تو بہت سے پرائیویٹ اداروں میں بھی یہ ہی حال دیکھا ہے آپ کا کیا خیال ہے انکل اس بارے میں''

اس کا ذہن روحیل کے بارے میں سوچ کر الجھ گیا تھا۔ لیکن پرنسپل صاحب کے پاس اس کے ان سوالات کا کوئی جواب نہ تھا' وہ کسی زمانے میں بڑے اچھے مقرر رہے تھے لیکن وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ فراست بیگ مقرری میں گولڈ میڈلسٹ ہے۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

پریکٹیکل کے بعد وہ اور رابیل بڑے مزے سے املی کے چٹخارے لیتی ہوئی بس اسٹاپ کی طرف رواں دواں تھیں کہ اچانک ایک پتھر پر رابیل کا پیر پڑا اور وہ گرتے گرتے بچی مہرو نے لپک کر اسے تھام لیا' لیکن پتھر اپنا کارنامہ دکھا چکا تھا' رابیل بری طرح کراہ رہی تھی شاید پاؤں میں موچ آ گئی تھی' وہ جلدی سے اسے رکشہ میں بٹھا کر ڈاکٹر کی جانب دوڑی' اس کے بعد رکشے میں ہی اسے گھر چھوڑا، رابیل کی امی نے ضد کر کے کھانے پر روک لیا اور گھر پر فون کرنے کی تاکید کی اماں کو یہ اطمینان کرا لینے کے بعد وہ رابیل کے گھر پر ہے وہ پھر بھی مطمئن نہ ہوئی۔

''تم نے فون تو کر دیا ہے ناں..... پپا چار بجے گھر آئیں گے تو تمہیں تمہارے گھر ڈراپ کر دیں گے۔'' بیڈ پر پیر پسارے وہ بڑے مزے سے باتوں میں مصروف تھی اور نجانے کیوں اس کا دل ہول رہا تھا۔

''رابیل! اگر شہلا میرے ساتھ ہوتی تو بات دوسری تھی لیکن آج اس کی کلاسز بھی جلدی اوور ہو گئی تھیں۔ پتہ نہیں کیوں اب اکیلے گھر دیر سے جاتے ہوئے ڈر سا لگتا ہے۔'' اس دن کا حادثہ اسے بھولا نہیں تھا۔

''اب ہر روز تو میرے پیر میں موچ آنے سے رہی چلو شاباش یہ چپس کھاؤ۔'' اس نے چپس سے بھری پلیٹ اس کے آگے سرکائی اور پھر اسے اس فلم کی کہانی سنانے بیٹھ گئی جو پرسوں اس نے کیبل پر دیکھی تھی۔ ٹائم گزرتا جا رہا تھا' اس کی نظر دیوار پر لگی گھڑی پر پڑی سوا چار وہ پریشان ہو گئی

''میں ابھی پپا کو فون کرتی ہوں شاید کسی کام کی وجہ سے انہیں دیر ہو گئی ورنہ اس وقت تک تو وہ آ جاتے ہیں۔'' اس نے جلدی سے تکیے کے برابر سے کارڈلیس فون اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگی' یہ سن کر تو اس کا منہ ہی بن گیا کہ رابیل کے پپا کو میٹنگ میں تقریباً چھ بج جائیں گے بس وہ اٹھ کھڑی ہوئی' رابیل اسے روکتی رہ گئی لیکن اس کا دل ہول رہا تھا' گھر میں اماں سے زیادہ ابا جان اور پھر چچی بیگم کو اس کی فکر لگی رہتی تھی۔

اس کے گھر سے مین روڈ کچھ فاصلے پر تھا خدا کا نام لے کر وہ چل پڑی' راستے میں اکا دکا لوگ ہی چل پھر رہے تھے اور ویسے بھی شہر کے اس پوش علاقے میں پیدل چلنے والوں کا کیا کام تھا' اس کی نظریں کرائے کی سواری کی تلاش میں تھی' لیکن پرائیویٹ گاڑیوں کے علاوہ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا' ابھی سروس روڈ پر پہنچی ہی تھی کہ زون سے ایک اسکوٹر تقریباً اسے چھوتی ہوئی نکل گئی' یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ بھونچکا رہ گئی' اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا ایک خبیث شکل کا آدمی چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ بکھیرے دور اسکوٹر لیے کھڑا اس کو گھور رہا تھا۔

ایک بار پھر وہ اسکوٹر اسٹارٹ کر رہا تھا' اس نے اس کا رخ اس کی جانب کر رکھا تھا' اب نجانے کیا ارادے تھے اس کے وہ بری طرح گھبرا گئی' ہاتھ پاؤں پھولنے لگے' دل بڑی تیزی سے دھڑکنے لگا' قدم جیسے زمین پر جم گئے' اسکوٹر کی آواز قرب آتی جا رہی تھی' اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا' مین روڈ تک پہنچنے کے لیے اسے برج تک پہنچنا تھا اور اگر وہ دوبارہ واپس اندر گلی کی جانب دوڑ لگا دیتی تو سنسان' ویران سڑک وحشتناک انداز میں بانہیں کھولے اس کی بے بسی دیکھنے کی منتظر تھی ایسے میں اچانک ایک فقیر لنگڑاتا ہوا گلی کے کسی کونے سے نمودار ہوا' اس کی جان میں جان آئی لیکن اسکوٹر کی خوفناک پھڑ پھڑاہٹ اس کے نزدیک ہی چیخ رہی تھی کچھ نہ سمجھتے ہوئے اپنی دفاع کی خاطر آنکھیں بند کر کے اس نے سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا' اسکوٹر کی تیز آواز اس کی سانسوں کی رفتار تیز کر رہی تھی' اس کا حلق خشک ہو رہا تھا آنکھوں میں ہوا بھرنے لگی تھی لیکن وہ دوڑ رہی تھی' سفید کالج کا دوپٹہ بری طرح ہوا میں لہرا رہا تھا' وہ موڑ کے قریب پہنچ چکی تھی اس کی خوف سے پھیلی آنکھوں نے ایک سفید گاڑی کو موڑ کاٹتے دیکھا' اس کی رفتار تیز تھی وہ رک نہ سکی گاڑی کے پہیے چرچرائے اور وہ اندھیروں میں گم ہو گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سردی ایک لہر اس کے وجود میں سرائیت کر گئی نہایت آہستگی سے اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو ایک اجنبی چہرے کو اپنے اوپر جھکا ہوا پایا' شعور انگڑائی لے کر جاگ اٹھا' ایک سنسناہٹ سی ریڑھ کی ہڈی تک منجمد کرتی گئی' وہ بدحواسی کے عالم میں پٹ سے اٹھ بیٹھی۔

''ریلیکس' ریلیکس بیٹا۔'' ملائم سی آواز میں اسے کہا گیا ''بیٹا بچی ہوش میں آ گئی ہے۔'' انہوں نے پلٹ کر آواز لگائی پھر اس کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرائے۔

''فکر کی کوئی بات نہیں ہے یہ تمہارا ہی گھر ہے میں ابھی آتا ہوں تمہارے لیے جوس لے کر۔'' وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہ متوحش نظروں سے اس اجنبی منظر نامے کو دیکھ رہی تھی' کمرے میں دھیمی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی وہ اچھا خاصا کشادہ کمرہ تھا جس کی دیواروں کے ساتھ ساتھ بک شیلف میں کتابوں کا ایک انبار لگا تھا' دھندلاہٹ میں اس نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا ایک جانب دیوار کے ساتھ ایک میز اور کرسی رکھی تھی' پرانا سا ٹیبل لیمپ میز پر رکھی کتابوں کے درمیان گھرا تھا۔ بھاری دبیز پردوں نے کمرے کے وحشتناک ماحول کو کچھ اور بھی سنگین بنا دیا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اسے کسی قدیم تاریخی لائبریری میں قید کر دیا گیا ہوں' کتابوں کی عجیب سی ملی جلی مہک نے ماحول کو کثیف بنا دیا تھا' وہ اب پوری طرح اپنے حواسوں میں آ چکی تھی' رابیل کے گھر سے نکلنا' اس خبیث اسکوٹر سوار کا اسے تنگ کرنا اور پھر سفید گاڑی سے ٹکرانا ایک ایک کر کے بند در کھلتے چلے جا رہے تھے' اچانک اس کے اپنے گھٹنے میں درد کی ایک ٹیس سی ابھری اس کے منہ سے کراہ نکلی اس نے جلدی سے اپنا گھٹنہ تھام لیا اسی پل دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔

''کیا درد بہت زیادہ ہے. ڈاکٹر کو بلاؤں۔'' آواز خاصی گھبرائی ہوئی تھی۔

''یہ آواز تو خاصی شناسا سی ہے وہ پہلے بھی سن چکی ہے کم روشنی کے باعث وہ آنے والے کا چہرہ نہ دیکھ سکی' ابھی وہ اس کے بارے میں کچھ سوچ ہی رہی تھی کہ کمرے میں جھکا جھک روشنی پھیل گئی شاید اس نے لائیٹ آن کر دی تھی اس کی آنکھیں ابھی روشنی کی عادی نہ ہوئی تھیں اس نے اپنا بازو اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اور جب اس نے اپنا بازو آنکھوں پر سے ہٹایا تو اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ چکرا گئی۔

''آپ۔'' اس نے انگلی سے اس کی جانب اشارہ کیا۔

''آپ نے بالکل درست پہچانا خادم کو فراست بیگ کہتے ہیں'' وہ کمر پر ہاتھ رکھے زیر لب مسکرا رہا تھا۔

وہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ اس دن کے واقعے کے بعد وہ جب بھی روحیل سے ملنے گھر آیا وہ ہمیشہ کترا کر نکل گئی۔ اس میں ہمت ہی کب تھی اس سے سامنا کرنے کی لیکن آج نہ صرف وہ اس کے سامنے کھڑا تھا بلکہ آج تو میدان اس کے ہاتھ میں تھا اور پھر تھوڑی دیر پہلے والے حادثے نے تو اس کی ہمت ہی توڑ ڈالی تھی۔

''میں۔'' اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن ڈھیر سارا کڑوا پانی اس کے حلق میں اتر گیا۔ ضبط کے بندھن آنکھوں پر باندھنا چاہے لیکن وہ ہار گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''ارے' ارے مہرو! یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔'' اس کے اچانک اس طرح رونے پر وہ پریشان ہو گیا۔

''پلیز حوصلہ کریں آپ یہاں بالکل محفوظ ہیں۔'' اس نے اسے چپ کرانے کی ناکام کوشش کی لیکن خوف' شرم اور بزدلی کے ملے جلے جذبات ہم آہنگ ہو کر آنسوؤں کی صورت میں اس کی آنکھوں سے تواتر سے گر رہے تھے' وہ اس کے نزدیک ہی بیڈ پر ٹک گیا' غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ اٹھا کر اسے بانہوں میں بھر لے لیکن جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ گرا لیا۔

''شکر کریں کہ میں اور انکل اتفاق سے وہاں پہنچ گئے۔'' ورنہ وہ بدمعاش ضرور آپ کو نقصان پہنچاتا..... لیکن مہرو اس نے تو آپ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا پھر کیوں اپنے آپ کو ہلکان کر رہی ہیں۔ اب کیوں ڈر رہی ہیں..... میں ہوں ناں۔

اس کے جذبات شدت سے بھرپور تھے' وہ سیدھی سادی احمق سی لڑکی تو اسی دن اس کے دل میں اتر گئی تھی جس دن پہلی بار ڈرامائی انداز میں اس سے سامنا ہوا تھا' ورنہ وہ اب اتنا بھی بیوقوف نہ تھا جو راستے میں چلتی لڑکی سے گھروں کا پتہ پوچھتا لیکن نجانے کیوں اسے دیکھ کر اس کے اندر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک طلاطم سا ابھرا تھا' اس دن تو یہ سوچ کر اس نے دل پر پتھر رکھ لیا تھا کہ اگر کوئی شریف آدمی غلطی سے بھی برا کام کرنے کی سوچتا ہے تو اوپر والا خود بخود فوراً اسے سزا دے دیتا ہے لیکن شاید اس کے جذبوں کی صداقت پر تو اس ذات باری کو بھی ترس آ گیا تھا اور ایک بار پھر ڈرامائی انداز میں وہ اس کی قربت میں آ گئی' اس کا دل چاہا کہ اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لے اس کی آنکھوں سے بہنے والے ہر آنسو کو اپنی مٹھی میں قید کر لے چیخ چیخ کر اسے بتا دے کہ یہ حادثہ ہرگز نہیں تھا یہ تو اس کے سچے جذبے کا ثمر ہے پھر وہ کیوں آزردہ ہے۔ آخر کیسے وہ اسے اپنے دل کا حال سناتا وہ تو اس کے دل کے کرب سے انجان بس روئے چلے جا رہی تھی' محبت کی دھیمی دھیمی شبنمی آنچ بھڑک کر شعلہ بن چکی تھی' وہ اپنے اندر پیدا ہونے والی اس اجنبی سی تبدیلی پر حیران بھی تھا۔

''مہرو! اگر آپ اسی طرح روتی رہے گی تو' تو میں کچھ کر بیٹھوں گا۔'' اس کی آواز میں رعب تھا' اس نے چونک کر سر اٹھایا شدت جذبات سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا' لمحہ بھر کو وہ خوفزدہ سی ہو گئی۔

''میں بچی کے لیے جوس لے کر آیا ہوں۔'' اسی پل پرنسپل صاحب جوس کا گلاس لیے کمرے میں داخل ہوئے۔

☆☆☆

محبت کا حصار

خواتین کی مقبول مصنفہ **نگہت عبداللہ** کے خوبصورت افسانوں کا مجموعہ **محبت کا حصار**، جلد کتاب گھر پر آ رہا ہے۔ اس مجموعہ میں انکے چار ناولٹ (تمہارے لیے تمہاری وہ، جلاتے چلو چراغ، ایسی بھی قربتیں رہیں اور محبتوں کے ہی درمیاں) شامل ہیں۔ یہ مجموعہ کتاب گھر پر **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اردو ادب کے مشہور افسانے ۲

اردو ادب کے مشہور افسانے (جلد دوم) بھی کتاب گھر پر دستیاب ہے جس میں شامل افسانے ہیں:
(کالی بلا شوکت صدیقی)؛ (قیدی، ابراہیم جلیس)؛ (اخروٹ جھا چوہا بھیس، ممتاز مفتی)؛ (سیب کا درخت، بوتل کا جن اے۔ حمید)؛ (فاصلہ، واجدہ تبسم)؛ (ادھا، گلزار)؛ (مجید کا ماضی، پوجا پھڈے باز، سعادت حسن منٹو)؛ (مادرزاد، خواجہ احمد عباس) (بدام رنگی، بلونت سنگھ)؛ (بیہودہ خاوند، کنہیالال کپور)؛ (عجیب قتل، ش۔ م۔ جمیل)؛ (اوپر گوری کا مکان، آغا بابر)؛ (لاٹری، منشی پریم چند)؛ (صاحباں مرزا، علی حیدر ملک)؛ (دل ہی تو ہے، بھنور، گوندنی، غلام عباس)؛ (مولوی مہرباں علی، ابن انشاء) (لیمن جوس، چترسین)؛ (غیر قانونی مشورہ، لوح مزار، موپاساں)؛ (سوتی ساگرہ، اشفاق احمد)؛ (ایک تھی فاختہ، محمد منشاء یاد)۔

یہ کتاب **افسانے** سیکشن میں پڑھی جا سکتی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

وہ کمرے کے وسط میں صوفے میں دبکی ان سب کے درمیان مجرموں کی مانند ایک بار پھر سر جھکائے عدالت میں تھی' ابا میاں کا غصہ تو آسمان سے باتیں کر رہا تھا' عبید جوش میں کمرے میں چکر لگا رہا تھا اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں جیسے اگر اس کا بس چلتا تو ابھی اس منحوس اسکوٹر والے کی گردن دبا دیتا' چچی بیگم فل والیوم میں جا رہی تھیں البتہ اماں بیچ میں کبھی کبھار ہلکی سی آواز اس کے حق میں بلند کر رہی تھیں روحیل مستقل ان سب کے طیش کو قابو میں کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھا اور وہ چپ چاپ آنسو بہا رہی تھی۔

''کس نے اس کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ یہ کالج سے ادھر ادھر جائے۔'' ابا میاں کی بلند آواز گویا کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔

''اس نے فون کیا تھا مگر اس کی سہیلی کے پیر میں موچ آ گئی تھی۔ اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔'' اماں نے اس کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔

''یہ کونسی اماں ہے۔ جو سہیلی کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی تھی اسے چاہیے تھا کہ اسے رکشے میں بٹھا کر گھر روانہ کرتی اور سیدھی اپنے گھر آتی۔'' چچی بیگم بڑے جوش میں بول رہی تھیں۔ شدت جذبات سے۔

''میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ ان دونوں کے لیے کالج وین لگوا دیں۔ لیکن آپ لوگ میری سنتے ہی کب ہیں۔'' عبید نے اپنی ٹانگ اڑائی۔

''بھائی صاحب! عبید ٹھیک کہتا ہے بچیوں کے لیے وین لگوا دیں۔'' چچا میاں پہلی بار بولے۔

''وین تو لگ ہی جائے گی..... لیکن خدانخواستہ اگر کوئی اونچ نیچ ہو جاتی تو۔'' چچی بیگم غصیلی نظروں سے اسے گھور رہی تھیں۔ اس کا سر کچھ اور جھک گیا۔ آنسو کچھ اور تیزی سے بہنے لگے۔

''چھوڑیے آنٹی! جو ہوا سو ہوا..... شکر کریں ایسا کچھ نہیں ہوا اور بروقت فراست اور اس کے انکل وہاں پہنچ گئے۔''

روحیل سے اس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی اس کا بس چلتا تو اسے ان سب کے درمیان سے کہیں اڑا کر لے جاتا' حالانکہ فراست اور پرنسپل صاحب کی زبانی سن کر اس کا بی پی ضرور ہائی ہوا تھا لیکن اس وقت تو سب نے اسے توپ کے دھانے پر باندھ رکھا تھا۔

''لیکن اگر وہ لوگ وہاں نہ پہنچتے تو.....'' عبید صوفے کے پیچھے سے اچھلا' اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے رونے کی آواز بھی بلند ہو گئی۔

''اب رونے سے کیا فائدہ..... اگر میری شہلا ایسا کرتی تو میں اس کا کالج جانا ہی بند کر دیتی۔'' چچی بیگم خاصی تلخی سے مخاطب تھی۔

''خیر امی! شہلا کو نسا روز کالج جاتی ہے..... لیکن مجھے بہت غصہ آ رہا ہے۔'' عبید کو اپنی ماں سے کچھ اختلاف ہوا' تو چچی بیگم نے گھور کر اس کی جانب دیکھا' لیکن وہ کسی اور جانب دیکھ رہا تھا۔

''بس اس کا کالج کے علاوہ کہیں اور آنا جانا بالکل بند۔'' ابا میاں نے اپنا حتمی فیصلہ سنا دیا' کمرے کے باہر کھڑکی سے چپکی شہلا کے منہ پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اب جانے بھی دیں انکل دنیا جہاں کی لڑکیاں اکیلے گھومتی پھرتی رہتی ہیں..... کبھی کبھار ایسا اگر ہو جائے تو اس بنیاد پر آپ اتنی شدت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیوں اختیار کرتے ہیں۔'' روحیل کو اعتراض ہوا' اسے تو مہرو پر ترس آ رہا تھا۔

''مہرو ایک معصوم بچی ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اس کم بخت کا حشر کر دیتی..... لیکن اب تو ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہمارے بچی محفوظ رہی..... اگر خدانخواستہ گاڑی کی رفتار تیز ہوتی تو پھر کیا ہوتا..... میں تو بچوں کے انکشن لگتا نہیں دیکھ سکتا آپ لوگ تو خوامخواہ فسانہ بنا رہے ہیں۔'' چچا میاں بھی اب اس کے ہمنوا بن گئے یہ حقیقت ہی تھی کہ مہرو انہیں بہت عزیز تھی۔

''یہ ہی تو میں کہہ رہی ہوں بھائی کہ شکر ادا کریں اسے کوئی چوٹ نہیں لگی اور میں تو روحیل کے دوست اور اس کے انکل کو دعائیں دیتی ہوں کہ وہ فرشتے بن کر وہاں پہنچ گئے۔'' اماں نے بات ختم کرنا چاہی' لیکن چچی بیگم اور ابا میاں تو بھرے بیٹھے تھے۔

''بہر حال جو میں نے ایک بار کہہ دیا سو کہہ دیا۔'' ابا میاں اپنے فیصلے پر اٹل تھے۔

''کس سوچ میں گھری ہو۔'' چچا میاں کی آنکھوں میں نیند بھری تھی

''سوچ رہی ہوں کیا نام ہے اس لڑکے کا۔'' انہوں نے ذہن پر زور ڈالا اور پھر جلدی ہی انہیں اس کا نام یاد آ گیا۔ ''ہاں فراست بیگ بڑا اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے''

''نہ صرف سلجھا ہوا ہے بلکہ نہایت اچھے ادارے میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہے..... لیکن اتنا حلیم مزاج کا بچہ ہے کہ دل خوش ہو جاتا ہے..... کہیں سے بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ چالیس پینتالیس ہزار روپے کماتا ہے۔'' وہ اپنی ہی رو میں مگن بولے جا رہے تھے فراست کی خوشحالی نے انہیں خاصا متاثر کیا تھا۔

''کیا اتنے سارے پیسے وہ مہینہ بھر میں کماتا ہے۔'' چچی بیگم کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں تھیں۔

''ہاں بھئی مجھے تو اس کے انکل..... وہی اس کالج کے پرنسپل جہاں اپنا روحیل پڑھاتا ہے۔ انہوں نے بتایا تھا'' پورے ملک میں ناپ کیا تھا اس نے بڑا ذہین لڑکا ہے بلکہ پرنسپل صاحب بتا رہے تھے کسی انٹرنیشنل ایگزامز کی بھی تیاری کر رہا ہے اگر امریکہ یا کینیڈا میں جا کر کمائے تو لاکھوں روپے ماہانہ کمائے لیکن اتنا محب وطن بچہ ہے کہ کہتا ہے مجھے تو اپنی ملک کی خدمت کرنی ہے۔''

''لاکھوں روپے ماہانہ۔'' چچی بیگم کی شہادت کی انگلی اب تھوڑی پر فٹ ہو چکی تھی' وہ حیرت کے سمندر میں پوری طرح غوطہ زن ہو چکی تھیں' سیدھا سادا' عام سی باتیں کرنے والا فراست بیگ تو نرا ہیرا تھا۔

''ہمارا عبید بھی اگر پڑھنے پر دھیان دیتا تو ہم اس سے توقع رکھتے کہ چلو بوڑھے باپ کا سہارا بن جائے لیکن موصوف کو کرکٹ کے غل غپاڑوں سے فرصت ہی کب ملتی ہے جو تعلیم پر توجہ دیں۔'' بیٹے سے یہ گلہ تو ان کا روگ بن گیا تھا' لیکن چچی بیگم کا دھیان تو کہیں اور ہی تھا۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ اگر ہماری شہلا کی شادی فراست بیگ سے ہو جائے تو کتنا اچھا رہے گا۔'' ان کی زمانہ شناس آنکھیں چمک رہی تھیں' چچا میاں نے چونک کر ان کی جانب دیکھا انہیں اپنی سماعت پر شبہ گزرا۔

''تمہارا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ روحیل کے دوست فراست سے شہلا یعنی ہماری بچی کی شادی ہو جائے۔'' وہ ان کی کہی بات دوہرا رہے تھے۔

''ہاں یہی مقصد ہے میرا۔'' وہ ذرا جھنجھلائی

''ابھی کچھ روز پہلے تک تو بیگم صاحبہ آپ شہلا کی شادی روحیل سے کرنے کی متمنی تھی۔ اب اچانک اس کے دوست سے رشتے جوڑنے کی تک ہماری سمجھ میں تو نہیں آئی''

''آپ کی سمجھ میں عقل کی بات آتی ہی کب ہے ذرا سوچیے کہ اگر شہلا کی شادی فراست سے ہو جاتی ہے تو ہماری بیٹی راج کرے گی راج۔'' انہوں نے لفظ راج پر زور دیا تو چچا میاں کی عقل میں ساری بات منٹوں میں سما گئی۔

''یہ تو ہے..... اس کے مقابلے میں روحیل کی تنخواہ تو کچھ بھی نہیں..... ویسے ایک بات ہے کہ روحیل کی شخصیت فراست بیگ کے مقابلے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں خاصی پرکشش ہے"

"ارے دفع کیجئے کشش اور پرکشش کو اچھا بھلا تو ہے..... میں تو کہتی ہوں کہ اسے کسی دن کھانے پر بلائیے"

"کیسے بلالوں کوئی تو وجہ ہو۔" وہ چچی بیگم کی طویل پلاننگ سے الجھتے جا رہے تھے ان کے ماتھے پر شکنیں گہری ہوتی جا رہی تھیں۔

"وجہ ہے بھئی مہرو کے اس حادثے کو وجہ بنا کر بلا لیجئے میرا مطلب ہے کہ اس طرح شکریہ بھی ادا ہو جائے گا اور فراست اور اس کے انکل اپنی شہلا کو دیکھ لیں گے اسی طرح رشتے طے ہوتے ہیں مجاہد صاحب گھر بیٹھے بیٹھے رشتے آسمان سے نہیں ٹپکتے بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے تب جا کر بیٹیوں کے گھر بنتے ہیں وہ زمانے اور گئے جب بیری پر لوگ پتھر پھینکا کرتے تھے۔"

"وجہ تو خاصی معقول ہے..... لیکن بھائی صاحب نے اگر کچھ خیال کیا تو۔" انہوں نے تعامل کا مظاہرہ کیا تو چچی بیگم بھڑک اٹھیں ہر بات پر کوئی نہ کوئی بہانہ گھڑ لیتے ہیں آپ اپنی بیٹی کا خیال کریے مجاہد صاحب اتنا اچھا رشتہ اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پھر ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

ان کے زوردار لہجے نے چچا میاں کی ساری ہمت ریزہ ریزہ کر کے اکٹھی کر ہی لی۔

☆☆☆

دل پھولوں کی بستی

خواتین کی مقبول مصنفہ **نگہت عبداللہ** کا انتہائی خوبصورت اور طویل ناول، **دل پھولوں کی بستی**، جس نے مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کیے، جلد کتاب گھر پر آ رہا ہے۔ اسے کتاب گھر پر **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔ اگر **آپ** ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود **ADs** کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجئے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف **آپ** بہتر بنا سکتے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

کینٹین کے احاطے میں بچھی سیمنٹ کی بینچ پر وہ دونوں بیٹھی برگر کے مزے اڑا رہی تھیں۔ پورے ایک ہفتے بعد آج رابیل کا پہلا دن تھا کالج میں اسی خوشی کو وہ مہرو کے ساتھ شیئر کر رہی تھی' کینٹن بوائے کو کولڈ ڈرنک کا آڈر دے کر اس نے بڑے آرام سے دونوں پاؤں بینچ پر پسار دیے۔

''یوں لگ رہا ہے کہ جیسے ہفتہ بھر تم ریس کورس میں گھوڑے دوڑانے کا کام انجام دیتی رہی ہو۔'' مہرو کو اس کے اس انداز سے سخت کوفت محسوس ہوئی' ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ کالج میں نہیں بلکہ کسی عوامی پارک میں کسی مالشیے کا انتظار میں بیٹھی ہو۔

''بہت اچھا لگ رہا ہے میں سوچتی ہوں مہرو کہ کالج لائف کتنی خوب صورت ہوتی ہے..... فیوچر میں بہت یاد کریں گے ہم یہ دن۔'' وہ آسمان پر دور اڑتے پرندوں کو بڑی محویت سے دیکھ رہی تھی۔

''ایک ہفتے میں کیا کچھ ہو گیا..... تمہیں کیا خبر واقعی میں یہ سب کچھ کبھی نہیں بھول سکتی۔'' بینچ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ کچھ رنجیدہ سی ہو گئی۔

''کیا ہو گیا..... مہرو! تم نے مجھے تو کچھ نہیں بتایا۔'' اس کی اچانک سنجیدگی نے رابیل کو پریشان ہی کر دیا اور پھر اس نے الف سے لے کر یے تک اسے ساری روداد سنا ڈالی' اس کا خیال تھا کہ وہ بھی اس کے غم میں شریک ہو گی لیکن صورتحال کچھ غیر متوقع رہی رابیل پیٹ پر ہاتھ رکھے بری طرح قہقہے لگا رہی تھی' اتنے میں کینٹین بوائے کولڈ ڈرنکس لے کر آ گیا' اسے پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتا دیکھ کر وہ بھی ٹھٹک کر رہ گیا مہرو نے کولڈ ڈرنکس پکڑی اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔

''یہ کیا حرکت ہے رابیل۔'' اس کے جانے کے بعد وہ خاصے غصے میں بولی۔

''مہرو ہے بابا یا''۔ اس نے کچھ بولنا چاہا لیکن ایک بار پھر قہقہے ابل رہے تھے' وہ شدید غصے کے عالم میں اپنے علاوہ اس کی کولڈ ڈرنک بھی لے گئی' خدا خدا کر کے اس کی ہنسی کو بریک لگا۔

''قسم ہے مہرو نسا! تم بالکل گدھی ہو۔'' اس کا منہ سرخ ہو رہا تھا۔

''اس میں میرا گدھی ہونے سے کیا تعلق بنتا ہے۔'' وہ خاصی تپی بیٹھی تھی۔

''بنتا ہے تعلق مائی ڈیئر تمہیں یاد ہے تم اکثر کہا کرتی تھیں کہ رابیل! اگر میں بھی کسی ہیروئن کی مانند طوفان میں گھری کھڑی ہوں، بجلیاں کڑک رہی ہوں' بادل گڑگڑا رہے ہوں دھواں دھار قسم کی بارش ہو رہی ہو میں خوف سے لرز رہی ہوں اور ایسے میں کہیں سے ایک ہینڈسم سجیلا سا ہیرو کہیں سے آتا ہے اور مجھے اٹھا کر محفوظ مقام پر لے جاتا ہے۔ کتنا رومانٹک ہو گا ایسا رابیل! یاد ہے ناں۔'' وہ بڑے موڈ میں تھی۔

''یاد ہے' یاد ہے سب یاد ہے۔ لیکن وہ سب تو میں نے انڈین فلم دیکھ کر کہا تھا''

''اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک بار' پیا سا ساون کی طرح رات کو جب بوڑھے باپ کی دوائی لینے ہیروئن گھر سے باہر نکلتی ہے اور اسے غنڈے گھیر لیتے ہیں اور عین وقت پر ہیرو پولیس انسپکٹر کی وردی میں اسی سین میں ٹپکتا ہے اور غنڈوں کا مار مار کر بھرکس نکال دیتا ہے اور ہیروئن کہتی ہے.....''

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' وہ چیخ اٹھی۔

''لیکن ہیروئن نے ایسا نہیں کہا تھا..... اس نے کہا تھا کہ۔'' اس نے ذہن پر زور ڈالا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''رابیل یہ کیا بکواس شروع کردی تم نے میرا خیال تھا کہ تم میرے زخموں پر مرہم رکھو گی لیکن تم الٹا میرا مذاق بنا رہی ہو۔'' وہ تقریباً رو دینے کو تھی اب بھی خواب میں وہ خبیث اسکوٹر والا اسے نظر آتا تو وہ ڈر کر اٹھ جاتی تھی۔

''کم آن مہرو! میں تمہارا مذاق نہیں بنا رہی۔ قدرت خود بخود تم کو ہیروئن بنا رہی ہے۔'' اس کو پٹری سے اترتے دیکھ کر جھٹ اس نے اپنی بانہیں اس کے گلے میں ڈال دیں۔

''دفع کرو ایسی ہیروئن کو دماغ خراب تھا میرا بکواس کرتی تھی اور ایسا کونسا قصور کر دیا میں نے میری عمر کی لڑکیاں ایسے ہی خواب بنتی رہی ہے لیکن رابیل حقیقت میں یہ سب کچھ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے''

''آئی لو اسی لیے تو ہیروئن ٹسوے بہاتی رہتی ہے تکلیف تو اسے بھی ہوتی ہوگی۔'' وہ ابھی تک اس سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔

''فار گاڈ سیک رابیل بند کرو یہ بکواس۔'' اس نے اس کی بانہیں ہاتھ سے جھٹک دیں۔

''ذرا سوچو تو مہرو..... جو کچھ تم نے مجھے بتایا اس کے مطابق ابھی تک تمہارے تین تین ہیرو ہیں ایک عبید بچپن کی محبت دل میں چھپائے بیٹھا ہے اور اسی لیے وہ شہلا سے تمہارے لیے جھگڑتا ہے..... دوسرا ہینڈسم روحیل جو تمہاری تمام تر احمقانہ حرکات کے باوجود یقیناً بالکل ہینڈرڈ پرسنٹ تم میں انٹرسٹڈ ہے..... تیسرا تمہارے قدیم نام کی نامدار فراست بیگ جو روحیل کے مقابلے میں ذہین ہے اور سب سے بڑی رومانٹک سچویشن یہ کہ اس دن میرے گھر سے واپسی پر تمہارا اس کی گاڑی سے ٹکراؤ ہو گیا اور پھر وہ مسٹر ذہین تمہیں بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھر لے گیا اور پھر اس نے تو بالکل صاف صاف تمہاری۔'' وہ ڈائی لاگ بازی پر اتر آئی۔

''خدا کے لیے رابیل! یہ ڈرامہ بازی بند کرو..... پتہ نہیں کیا کیا ہانک رہی ہو..... اطلاعاً عرض ہے کہ عبید میرے بھائیوں جیسا ہے اور روحیل صاحب مجھ جیسی لڑکی میں نہیں شہلا میں دلچسپی لے رہے ہیں اس بات کا اقرار خود شہلا نے مجھ سے کیا ہے اور رہ گئے فراست بیگ صاحب تو ڈیئر وہ اس رومانٹک سچویشن پر اپنے انکل کے ہمراہ تھے اور ان کے انکل آپ کے گھر کے نزدیک رہتے ہیں فراست جلدی میں مجھے انکل کے گھر لے کر گئے تھے اور ان کے انکل سائے کی طرح میرے ساتھ ساتھ تھے۔'' اس سے پہلے کہ رابیل مزید کہانی کھڑی کرتی اس نے جلدی سے سب کچھ کلیئر کر دیا۔

''اوہ نو۔'' رابیل کا منہ بن گیا۔

''اوہ یس اور پھر جتنا تماشہ میں فراست بیگ کا بنا چکی ہوں وہ خواب میں بھی میرے بارے میں نہیں سوچ سکتے رابیل میں تو خود ان سے سخت شرمندہ ہوں پھر بھی بچارے بہت اچھے ہیں اور میری جان اب تم بھی خواب دیکھنا چھوڑ دو'' وہ اب خاصی سنجیدہ ہو گئی تھی۔

''میں تو خواب دیکھ ہی نہیں سکتی بچپن کی منگنی ہوئی ہے..... اس پر ہی گذارہ کرنا ہے انتہا سے زیادہ بور اور پڑھا کو قسم کا منگیتر تو خدا کسی دشمن کو بھی نہ دلوائے۔'' وہ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنے دوپٹے کا پلو اٹھا کر باقاعدہ دعائیہ انداز میں کہا مہرو کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''وہ دیکھو! شہلا آ رہی ہے اب اس کے سامنے بک بک کرنے نہ بیٹھ جانا۔'' مہرو نے دور سے آتی شہلا کو دیکھ کر رابیل کو تنبیہ کی۔

''او کے باس..... بلکہ میں اسے روحیل کا نام لے کر چھیڑوں گی..... ویسے ایک بات ہے مہرو تمہاری یہ کزن اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمی کا شکار ہے..... تمہارا کیا خیال ہے۔'' رابیل نے استفسار کیا تو وہ صرف کندھے اچکا کر ہی رہ گئی۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

ٹی وی پر نہایت دھانسو قسم کی فلم چل رہی تھی' سب گھر والے انتہائی انہماک سے ٹی وی اسکرین پر نگاہیں جمائے بیٹھے تھے' ایسے میں کسی نے روحیل کے آ کر بیٹھنے کا نوٹس نہ لیا' کچھ دنوں سے ایسا ہو رہا تھا کہ وہ رات کا کھانا دوست کے ساتھ کھا کر گھر آتا تھا اور دوپہر کا کھانا کالج کی کینٹین میں، سوائے ناشتے کے وہ کسی اور بھی تواضع کے قائل نہ تھا اور ناشتے بھی اس کی مجبوری ہی تھا' کیونکہ کالج کے لیے اسے خاصی صبح اٹھنا پڑتا تھا' حالانکہ چچی بیگم اور اماں نے کئی بار اصرار بھی کیا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس گھر کا بوجھ پہلے ہی زیادہ ہے اور اس کی وجہ سے انہیں خاطر کرنی پڑتی ہے وہ ان سب پر بار نہیں بننا چاہتا تھا' کئی دنوں سے وہ اس ادھیڑ بن میں مصروف تھا لیکن خدا نے جلد ہی اس کی سن لی اور اسے رہنے کے لیے ایک انیکسی کرائے پر مل گئی۔ وہ جلد از جلد کرائے کی انیکسی میں منتقل ہونا چاہتا تھا لیکن ان سے کہنے کے لیے اس کی ہمت ٹوٹ جاتی تھی فلم چلتی رہی اور وہ اضطراب کی کیفیت میں خالی ٹی وی اسکرین اور کبھی اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالتا' قریب پون گھنٹے بعد فلم ختم ہوئی تو اسے چھوٹے سے کمرے میں فلم کے چھوٹنے کے بعد تماشائیوں کا سا سماں بیدار ہو گیا' گڈو کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں اور مایا مستقل جمائیاں لے رہی تھی' عبید کا بدن انگڑائیوں سے ٹوٹ رہا تھا اور شہلا ایک آنکھ بند کیے نیند کے عالم میں سر کھجا رہی تھی۔

''اے مہرو! کیا سو گئی۔'' صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے وہ نجانے کب سے سوئی پڑی تھی' اماں کی زوردار آواز پر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''ارے سونا ہے تو اپنے کمرے میں جا کر سوتی..... ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر سونے کی کیا تک ہے۔'' ابا میاں نے ہلکی سی گھڑک لگائی اور وہ جھولتی جھالتی اوپر کی جانب روانہ ہو گئی' وہ مستقل سر جھکائے صوفے پر ٹکا بیٹھا تھا۔ سوائے بڑوں کے اب پورا کمرہ خالی ہو چکا تھا۔

''کیا بات ہے بیٹا..... پیسوں کی ضرورت ہے کیا۔'' ابا جان کچھ کچھ بھانپ گئے تھے۔

''نہیں' نہیں انکل! ایسی بات نہیں ہے۔'' اس نے بڑی زور سے اپنی منڈیاں نفی میں ہلائی۔

''پھر کیا بات ہے..... کچھ کہنا چاہتے ہو۔'' ابا میاں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ ہچکچا رہا ہے۔

''دراصل انکل میں نے ایک انیکسی کرائے پر حاصل کر لی ہے''

''ہائیں۔'' چچی بیگم جو صوفے کی ہتھی پکڑ کر اٹھنے کی پوزیشن میں تھی دھپ سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''میں نے سوچا کہ بہت دن تک آپ سب لوگوں کو تنگ کر لیا اب میں خیر سے کمانے لگا ہوں۔ آخر کب تک آپ سب پر بوجھ بنا رہوں گا۔'' اس کا سر جھکا ہوا تھا اور نظریں زمین پر گڑی تھیں۔

''ہوں۔'' ابا میاں سوچ میں پڑ گئے۔

''لیکن بیٹا! یہ تمہارا ہی گھر ہے..... تم ہمارا خون ہو پر بوجھ کیسا بیٹا۔'' چچا میاں نے چچی بیگم کی جانب سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں جانتا ہوں انکل! آپ لوگ اتنے اچھے اور مخلص ہیں..... لیکن پھر بھی ایک حد ہوتی ہے''

''میرا تو خیال تھا بیٹا کہ تم ہمارے ساتھ ہی رہتے..... ہمیں خوشی ہوتی لیکن اگر تم اسے اپنی انا کا مسئلہ سمجھتے ہو تو پھر میں تمہیں ہرگز بھی نہیں روکوں گا۔'' ابا میاں ملائمت سے بولے۔

''میں کل ہی اپنا سامان انیکسی میں شفٹ کر دوں گا''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ٹھیک ہے..... لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری ایک دعوت کر دی جائے اس طرح جاتے بھلا اچھا لگے گا۔'' چچا میاں جو اتنے دنوں سے اس سے فراست بیگ کو کھانے پر دعوت کا نہیں کہہ سکے تھے اس موقع کو غنیمت جان کر نہایت بھونڈے انداز میں اپنا مطمع نظر پیش کیا تو چچی بیگم کی ابرو پر بل پڑ گئے۔

''ہاں بیٹا بھائی ٹھیک کہتے ہیں۔'' اماں نے بھی خوش دلی نے ان کی تائید کی۔

''اور تمہارا دوست فراست اور اس کے انکل کو بھی کہہ دینا..... ان لوگوں کو ہم پر احسان ہے۔'' چچی بیگم چچا میاں کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے بولیں۔

''ہاں بھئی ٹھیک کہا بھاوج نے..... واقعی ان لوگوں کا ہم پر احسان ہے..... تو پھر میاں اسی اتوار کو تم اور تمہارے دوست کی دعوت پکی رات کا کھانا تم ہمارے ساتھ ہی کھاؤ گے۔'' ابا میاں نے دعوت کنفرم بھی کر دی اور وہ مسکرا کر رہ گیا۔

اس کا سامان ہی کیا تھا۔ ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس اور ایک صفری بیگ اس کے علاوہ کچھ کتابیں پھر بھی ایک ایک کر کے سمیٹنے میں کچھ وقت لگ رہا تھا وہ اپنی چیزوں کی چیکنگ کر رہا تھا کہ کہیں کچھ بھول تو نہیں گیا' دروازے پر دستک سن کر اس نے پلٹ کر دیکھا' خوب صورت میرون کلر کے جوڑے میں وہ خاصی دلکش دکھائی دے رہی تھی' قمیض کی خوب صورت تراش خراش نے اس کی خوب صورت فگر کو کچھ اور بھی نمایاں کر دیا تھا گلے میں پڑا دوپٹہ نہایت بے پروائی سے جھول رہا تھا' اس کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح مسکراہٹ کی بجائے اداسی پھیلی ہوئی تھی۔

''ارے تم! آؤ آؤ۔'' اس کو دیکھ کر وہ ذرا رک گیا۔

''آپ واقعی جا رہے ہیں۔'' وہ اس کے نزدیک ہی زمین پر بچھے میٹرس پر ٹک گئی' ایک عجیب سے احساس نے اس کی نگاہیں خود بخود جھکا دیں ویسے تو وہ اسے اکثر دیکھتا ہی رہتا تھا لیکن اس وقت وہ خاصے جارحانہ موڈ میں نظر آ رہی تھی۔

''ہاں۔'' اس کے اندر ابھرنے والی باغیانہ تحریک اسے خطرے کا سگنل دے رہی تھی۔ اس نے نگاہیں چراتے ہوئے اپنی کتابیں سمیٹی

''لیکن کیوں.....'' اس کی بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

''دیکھو شہلا! ایک نہ ایک دن تو مجھے جانا ہی تھا..... میں تم لوگوں سے ملنے آیا کروں گا۔'' وہ جھٹ اٹھ کھڑا ہوا اور یونہی دیوار پر لگی تصویر کو ٹھیک کرنے لگا۔

''تم لوگوں سے مجھ سے نہیں۔'' وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے کھڑی ہو گئی' وہ پلٹا اور اسے اپنے نزدیک دیکھ کر کنفیوز سا ہو گیا۔

''ہاں ہاں تم سب سے۔'' وہ ایک بار پھر کترا کر نکل گیا۔ اس کی موجودگی اسے ہڑبڑا رہی تھی۔

''تو کیا آپ ابھی تک انجان ہیں یا جان بوجھ کر بن رہے تھے۔'' وہ ڈسی ہوئی ناگن کی طرح پھر دی۔

''شہلا! تم کیا کہہ رہی ہو..... میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔'' مانا کہ وہ بہت بولڈ لڑکا تھا لیکن اس وقت شہلا کا بھڑکتا رویہ اس کے اوسان خطا کر رہا تھا۔

''کیا آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے..... جواب دیں۔'' اس نے اس کی جانب رخ کیا جو ایک بار پھر اس کی جانب پشت کیے کھڑا تھا' ایک سرد سی لہر اس کے وجود میں دوڑ گئی وہ اسے گھر کا نمک خوار تھا اور وہ ان کے محسن کی بیٹی تھی لیکن اس کا کسی حد تک محتاط رویہ بھی اسے اس وہم سے باز نہ رکھ سکا تھا۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں نے تم کو ہمیشہ اپنی کزن اور دوست سمجھا..... کیا میں نے کبھی تمہیں ایسا رسپانس دیا کہ جس سے تمہیں ایسا محسوس ہوا ہو۔'' وہ سنبھل سنبھل کر بول رہا تھا۔

''تو کیا آپ مجھے بیوقوف بناتے رہے۔'' وہ رو پڑی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''پلیز شہلا ! چپ ہو جاؤ اگر کسی نے سن لیا تو۔'' وہ گھبرا گیا۔

''کوئی سنتا ہے تو سن لے..... لیکن میں آج آپ کو صاف صاف بتا دینا چاہتی ہوں کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں روحیل صرف آپ سے'' شہلا نہایت بیباکی سے اپنے دل کا اقرار کر رہی تھی اور وہ حیران گنگ بنا کھڑا تھا' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھے سسکتی ہوئی تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی اور دیوار سے لگی مہرو کو بھی نہ دیکھ سکی جو روحیل سے آخری اور پہلی بار اپنی غلطیوں کی معافی مانگنے آئی تھی۔

''اف گاڈ! یہ کیا ہو گیا۔'' غصے سے جھلا کر اس نے کتاب ٹیرس پر پٹخ دی' اس لمحے دروازے پر مہرو نمودار ہوئی' اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سختی' پھیلی ہوئی تھی' شہلا کیسی بھی تھی لیکن وہ اپنی کزن کے دل کا خون ہوتے نہیں دیکھ سکی' شدت جذبات سے اس کا دل جل اٹھا' اس کا وجود شہلا کی دہکائی آگ سے سلگ رہا تھا۔

''مہرو! تم۔'' اس کی اچانک موجودگی اس بات کی علامت تھی کہ اس نے شہلا اور اس کے بیچ ساری بات سن لی اسی احساس سے اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

''مجھے آپ سے اس بات کی توقع نہ تھی روحیل صاحب'' اوہ چبا چبا کر بول رہی تھی' ایسے جیسے انگارے چبا رہی ہو۔

''پلیز مہرو! میں نے کبھی شہلا سے ایسا کچھ نہیں کہا میں تو تم سے۔'' اس سے پہلے وہ اس سے اپنے دل کا حال کہتا اس نے سختی سے اس کے جذبات کا گلہ گھونٹ دیا۔

''مجھے اب آپ سے کچھ نہیں سننا کوئی صفائی نہیں چاہیے۔ لیکن آپ نے ایک معصوم لڑکی کا دل دکھا کر اچھا نہیں کیا..... آپ کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتے کبھی نہیں''

اس نے ہاتھ اٹھا کر حتمی طور پر اس کے حق سے انکار کر دیا اسے تو ابھی اس کے دل پر دستک دینے کا موقع ہی نہ ملا تھا کہ اس نے اپنے دل کو فولاد کے خول میں جکڑ دیا۔ جس سے ٹکرا ٹکرا کر وہ اپنا آپ لہولہان ہی کر سکتا تھا' وہ کمرے سے جا چکی تھی اور وہ ویران و بے آب صحرا کی مانند اپنی تنہائیوں پر ماتم کر رہا تھا اکیلا..... اداس..... شکستہ وجود کے ساتھ۔

پہلی بار اس کے اعتماد کا خول بڑی بری طرح ٹوٹا تھا' اس کی انا کو ٹھیس لگی تھی اس کا دل ریزہ ریزہ بکھر گیا تھا وہ لٹی پٹی اپنے کمرے میں آنسو بہا رہی تھی' اتنے دنوں سے جس کو آنکھوں میں بسا رکھا تھا۔ آج اس کے وجود کی چبھن نے آنسو کی جگہ خون بہا دیا پہلی بار محبت کرنے اور اس میں ناکامی کا تجربہ کتنا کٹھن اور دشوار ہوتا ہے اس کا دل زخم خوردہ تھا' زخم کھانا' پھر مسکرانا اور زخم کا مداوا ڈھونڈنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا اس بے درد دنیا میں تو قدم قدم پر چرکے لگتے ہیں لیکن ابھی اس کی عمر مسکرانے' کلیوں سے باتیں کرنے اور چاندنی میں نہا جانے کی تھی' تمام تمنائیں اور آرزوئیں بہت جلد ہی اس کے دل سے دور ہو گئی' اپنا وجود ناگوار گزرا' گزرتا ہر پل بھاری محسوس ہوا' کچھ سوچ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

''شہلا.....'' مہرو نے کمرے کے اندر آ کر اسے پکارا' وہ یونہی بت بنی کھڑی رہی وہ اپنے اشکوں کو اس کے سامنے تماشے نہیں بنانا چاہتی تھی۔

''میں نے سب کچھ سن لیا ہے شہلا!'' وہ اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی' دھواں دھواں اشکبار چہرہ دیکھ کر اس کا دل تڑپ کر رہ گیا۔ اس نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا' دل میں ابھی جو غبار تھا وہ بھی آنسوؤں کے ساتھ بہہ نکلا۔

''تم بہت معصوم ہو شہلا!'' اس نے اس کے بکھرے بال اپنے ہاتھوں سے سنوارتے ہوئے کہا'' اکیلے ہی اکیلے ہوا میں اتنا بڑا محل تعمیر کر لیا..... تم نہیں جانتی میری جان محبت کا سودا ہمیشہ بہت مہنگا ہوتا ہے..... جب کسی کو پلیٹ میں سجا کر اپنا دل پیش کیا جاتا ہے تو اسے کبھی بھی اس پیشکش کی قدر نہیں ہوتی۔ بہتر سے بہتر کی خواہش اسے آگے سے آگے کا سفر کرنے پر مجبور کرتی ہے..... اور پھر یہ تو اچھا ہی ہوا بھلا روحیل تمہارے قابل ہے.....'' اپنے تئیں اس نے بڑی محبت سے اسے سمجھانا چاہا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''لیکن میرا دل اسے چاہتا ہے مہرو! اس کے لیے دھڑکتا ہے..... میں مر جاؤں گی زہر کھالوں گی''

ایک بار پھر وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگی' مہرو اس کی پشت سہلا رہی تھی۔

''تم کتنی سندر کتنی پیاری اور قیمتی ہو اس کا تمہیں خود بھی اندازہ نہیں ہے تمہاری قیمتی جان اتنی فضول نہیں جو روحیل جیسے لڑکوں پر ضائع کی جائے۔'' وہ دھیرے دھیرے اس کے منتشر ذہن کو مجتمع کر رہی تھی۔

''لیکن کیا کمی ہے مجھ میں۔'' اس نے پھر گلہ کیا۔

''کوئی کمی نہیں ہے..... کمی تو خود اس کی ذات میں ہے..... بس اب اپنے دل کو پتھر کر لو..... سمجھا لو اسے کہ کبھی اس نے روحیل کو چاہا ہی نہیں۔''

''پر کیسے کرلوں یہ سب کچھ۔'' وہ حیران سی اس سے الگ ہوئی' آج پہلی بار مہرو کا اس نے ایک نیا روپ دیکھا جو کسی شفیق ماں' مہربان باپ اور نثار کرنے والی بہن کا دلکش مجموعہ دکھائی دے رہا تھا۔

''اوپر والے سے مدد مانگو..... وہ ہی ٹوٹے دلوں کو جوڑتا ہے..... وہی صبر عطا کرتا ہے..... وہی ہمت دیتا ہے۔'' مہرو کی گہری چمکدار آنکھیں اس کی محبت سے روشن تھیں۔

''تم ٹھیک کہتی ہو مہرو اگر وہ میرے نصیب میں ہوا تو مل جائے گا''

''اور اگر نہیں مل سکا تو کوئی اور بہت پیار کرنے والا کہیں نہ کہیں تمہارے محبت کا منتظر ہوگا۔'' مہرو نے مسکرا کر اس کی ادھوری بات مکمل کی۔

''سچ''

''سچ۔'' مہرو نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کر دی اور شہلا کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ بیٹھی بیٹھی محبت کی آنچ میں اترتی جا رہی ہے..... محبت کا یہ روپ تو اس کے لیے بالکل انوکھا اور نرالا تھا۔

☆☆☆

پر اسرار خزانہ

پُر اسرار خزانہ..... کہانی ہے ایک حیرت و اسرار میں ڈوبی ہوئی رومانوی داستان کی، جسکا آغاز ہزاروں سال قبل ٹیکسلا (پاکستان) کے محلات (آج کے کھنڈرات) میں ہوا اور اختتام تبت کے پراسرار جنگلوں اور پہاڑوں میں۔ یہ کہانی گھومتی ہے انسانی محبت اخلاص اور ہمدردی کے جذبات کے گرد، اور اسے سنگین بناتی ہے انسان کی لالچ، طمع اور خود غرضی کے جذبے۔ ایک بے قرار، بھٹکتی رُوح کو سکون اور چین دینے کے لیے کیے گئے دشوار گزار سفر کی داستان، جس میں کچھ لوگوں کے پیش نظر ایک بیش بہا خزانہ بھی تھا۔

پُر اسرار خزانہ کو **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

''ہوں! تو یہ صورت حال ہے''

اس کی پوری روئداد سننے کے بعد وہ سر کھجاتا ہوا خیالوں کے سمندر میں غوطہ زن تھا' روحیل رونی صورت بنائی اس کے سامنے بیٹھا تھا' کافی دیر تک وہ یونہی اس کے ذہانت سے بھرپور مشورے کا منتظر رہا لیکن فراست کی سوچ کا دھارا گھڑی کی سوئیوں کو کھسکا کر کافی آگے لے گیا تھا' آخر وہ جھلا اٹھا۔

''کمال ہے یار..... ! میرے دل پر قیامت ٹوٹ پڑی اور آپ ہے کہ سقراط کے خالو بنے بیٹھے ہیں''

''کیا بات کی تو نے..... دل خوش کر دیا۔'' وہ چہک اٹھا' اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا' روحیل کو لگا کہ جیسے اسے زبردست آئیڈیا سوجھا ہے' وہ لپک کر اس کے پاس آیا۔

''کیا آئیڈیا سوچا پھر''

''آئیڈیا کیا میں تو تمہارے سقراط بقراط کے خالو کے القاب پر خوش ہوا ہوں..... ویسے یار تم نے بڑی زور سے رشتے جوڑا میرا۔'' شاید وہ اسے چڑانے کے موڈ میں تھا' روحیل کا منہ سوج گیا۔

''دفع کرو یار..... ایک تو وہ محترمہ پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئی اور اوپر سے تم ہو کہ مجھے جھاڑ رہے ہو..... ذرا سوچو اگر اس گھر کے بڑوں تک یہ بات پہنچ گئی تو کیا سوچیں گے وہ میرے بارے میں۔'' وہ خاصا متفکر نظر آ رہا تھا۔

''یہی کہ تم نے ان کی بیٹی کو چکر دیا ویسے یار شہلا ہے اچھی لڑکی برائی کیا ہے اس میں''

''مجھے نمائش کرنے والی لڑکیاں پسند نہیں ہیں۔'' وہ ذرا منہ بنا کر بولا۔

''تو پھر ہر شام کو اس کے ساتھ گھومنے کیوں جاتا تھا۔'' اس نے ذرا غصے سے استفسار کیا۔

''اکیلا تھوڑی جاتا تھا..... اس کا بھائی بھی ساتھ ہوتا تھا۔'' اس کا عذر خاصا لنگڑا تھا۔

''شریف گھرانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے..... اب کیا وہ اکیلے اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ تفریحات کرنے بھیج دیتے..... میں تو کہتا ہوں کہ اس کے ماں باپ نے تمہیں اپنا داماد تصور کر لیا ہے..... شروع شروع میں ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے..... پہلے ڈھیل دی جاتی ہے پھر راضی کیا جاتا ہے اگر لڑکا خود اپنے ماں باپ سے نہیں کہتا تو لڑکی کے والدین خود ہی یہ فرض انجام دے دیتے ہیں کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اب ان کا گھر بسا دو..... اور اگر لڑکا تمہاری طرح بھگوڑہ ہو تو مٹیا جی! سنا ہے لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے''

وہ اس کے مستقبل کی انتہائی خوفناک تصویر کشی کر رہا تھا' فراست نے بات مکمل کی اور اس کی جانب دیکھا اس کی آنکھیں خوف سے پھیل چکی تھیں۔

''بس ہوا نکل گئی۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔

''یار پلیز کچھ سوچو میں تو اسے اپنی دوست سمجھتا ہوں کزن سمجھتا ہوں''

''آپی سمجھتا ہوں۔'' اس نے اس کا ادھورا جملہ مکمل کیا پھر خود دانت کھول کر ہنسنے لگا۔

''تم کس قسم کے دوست ہو..... تم جانتے ہو اس اتوار کو ان لوگوں نے ہمیں دعوت پر بھی بلایا ہے کس منہ سے اس گھر میں قدم رکھوں گا۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

''ہمیں سے تمہاری کیا مراد ہے۔'' اس نے ذرا چونک کر پوچھا۔

''تمہیں اور انکل کو..... انکل کو تو میں نے فون کر دیا تھا..... وہ نہیں آسکتے انہیں ہفتہ کو ایک ضروری کام سے اسلام آباد جانا ہے۔''

''ہوں۔'' فراست نے ایک گہرا سانس بھرا واقعی صورت حال کچھ سنگین ہو چلی تھی۔

''اور تو اور میں مہرو کی وجہ سے سخت پریشان ہوں..... کتنی نفرت پیدا ہو گئی ہے اس کے دل میں میرے لیے..... کاش کاش وہ سب کچھ نہ سنتی۔'' اسے بہت ملال تھا' اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔

''مہرو'' اس نے زیر لب اس کا نام دہرایا' اس کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ کی جگہ نرم مسکراہٹ آ چکی تھی۔

''بہت اچھی لڑکی ہے وہ۔'' اس کا خیال آتے ہی وہ کچھ بے چین سا ہو گیا۔

''بہت اچھی لڑکی ہے..... لیکن تمہاری تو خاصی درگت بنا دی تھی اس نے۔'' اس بار مذاق اڑانے کی باری روحیل کی تھی' لیکن شاید اس پر اس بات کا کچھ اثر نہ ہوا تھا' وہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا' اس کا دل و دماغ کسی اور جہان کی سیر کر رہے تھے۔

''کیا اس کی کراری ڈانٹ یاد کر رہے ہو۔'' روحیل نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ خیالوں کے بھنور سے نکل آیا۔

''وہ بہت مختلف لڑکی ہے روحیل! جب پہلی بار میں نے اسے بس اسٹاپ پر دیکھا تو ایک عجیب سے احساس نے مجھے گھیر لیا اتفاق سے ٹیکسی خراب ہو گئی اور میں خود بخود اس کی جانب کھنچتا گیا اس کی شخصیت میں ایک عجیب سا سحر ہے۔

پہلی بار وہ اپنے دل کی بات آشکار کر رہا تھا اور وہ سن سا کھڑا رہ گیا۔ اس نے اجنبی نظروں سے فراست کی جانب دیکھا جسے وہ بچپن سے جانتا ہے اس سے پہلے اس نے کبھی بھی صنف نازک کے متعلق اس سے ایسی بات نہیں کہی تھی۔

''تم یقین نہیں کرو گے کہ میں نے جان بوجھ کر اس کا پیچھا کیا اور بہانے سے اس سے ایڈریس پوچھنا چاہا'' وہ مسکراتے ہوئے جیسے خواب کی کیفیت میں تھا۔ ''..اور یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ مجھے اسی ایڈریس پر ایک بار پھر مل گئی جہاں مجھے پہنچنا تھا یہ ضرورت کا کرشمہ ہی ہے کہ خود بخود آپ کسی کے ہو جائیں اور وہ آپ کو مل جائے..... عجیب سی فیلنگز بھی میری لیکن خیر چھوڑو..... بس میں تو اتنا جانتا ہوں کہ میں دل ہی دل میں اسے چاہنے لگا ہوں''

اس کا یہ انکشاف روحیل کے لیے حیران کن اور تکلیف دہ تھا' کرب کی کیفیت میں وہ اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ عالم برزخ میں کھڑا منتظر ہے کہ اس کے نصیب میں جنت لکھی گئی ہے یا دوزخ' اس کا وجود دہکنے لگا' وہ دھپ سے صوفے پر گر گیا' اس کی سانس تیزی سے چل رہی تھی اور وہ اس کی اس بے چینی سے بے خبر اپنے دل میں بننے والے سنہری خوابوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔

''کیا وہ جانتی ہے کہ تم اسے اس حد تک چاہتے ہو۔'' اس کا تنفس اب بھی دھونکنی کی طرح چل رہا تھا' رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔

''نہیں۔'' وہ زیر لب مسکرایا۔

''تم کیا چاہتے ہو۔'' اس نے سامنے دیوار پر ٹنگی تصویر پر اپنی نظریں گاڑ دیں' شدید طوفان میں گھرے اس چھوٹے سے کاٹیج کی تصویر میں اسے اپنا آپ ان سوکھے میلے پتوں میں نظر آیا جو تیز ہوا کی دیوانگی سے گھبرا کر لال کاٹیج کی' پتھریلی دیوار سے چپکے ہوئے تھے' طوفان میں گھرے کاٹیج کو نہایت خوب صورتی سے مصور نے رنگوں کے خوب صورت امتزاج میں دلکش بنا دیا تھا۔

''یار! میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور ویسے بھی مما تو میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں شادی کے لیے وہ یہ سن کر بہت خوش ہوں گی۔'' وہ جلدی سے اس کے برابر صوفے پر دھنس گیا وہ جانتا تھا کہ اس سارے معاملے میں ایک وہ ہی اس کا مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

''ہوں..... ویسے بھی تم ایک پڑھے لکھے متمول گھرانے کے چشم و چراغ ہو..... تمہاری جیسے رشتے کو ٹھکرانے کی حماقت اس کے گھر والے ہرگز نہیں کریں گے''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''بس یہ سب کچھ اب تمہیں سنبھالنا ہوگا۔ تمہیں پتہ نہیں یار یہ انکل جی بھی اپنی بھانجی کے چکر میں میرے پیچھے لگے ہیں تم اب جلدی کام دکھاؤ''

''تم فکر نہ کرو..... تمہارے اسلام آباد جانے سے پہلے پہلے میں ان کے کان میں تمہاری بات ڈال دوں گا۔'' اس نے ایک گہری سانس بھری۔

''روحیل صاحب! آپ کبھی خوش نہیں رہ سکتے..... کبھی بھی نہیں'' اس کی بازگشت کی صدائیں اب بھی اس کے دل کے تار جھنجھنا رہی تھیں' ایک طرف دوست سے وفاداری کا ثبوت تو دوسری جانب اس کے لیے مہرو کی نفرت' وہ ہار گیا۔

''سب کچھ فضول ہے روحیل! اگر تم نے جان پر کھیل کر بھی اسے اپنا لیا تو کیا وہ دل سے تمہیں قبول کر لے گی۔'' دل کے کونے سے آواز ابھری اور اس نے تھک کر تھپک تھپک کر اپنی خواہشات اور امنگوں کو سلانے کی کوششیں کی۔

☆☆☆

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجیے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچائیے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجیے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

آج بہت دن بعد وہ چپکے سے عبید کی الماری سے عمران سیریز چرا کر لائی تھی' رومانٹک ناولز ہوں یا سسپنس سے بھرپور عمران سیریز وہ تو بس پڑھنے کی چٹوری تھی' لیکن اماں کو اس کا ناولز پر جھکے رہنا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا لہذا وہ چوری چھپے اپنا شوق پورا کرتی۔

''تم یہاں پڑھنے میں مصروف ہو اور ادھر سب لوگ مجھ سے کام کروا کروا کر حشر نشر کر رہے ہیں۔'' شہلا رونی صورت بنائے دھپ سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''تم تو جانتی ہی ہو کہ اماں اور چچی بیگم کو ہمیشہ سے میری پھوہڑ پن پر اعتراض رہا ہے میرے وہاں چلے جانے سے کونسا فرق پڑ جائے گا .....الٹا کام ہی خراب کر دوں گی۔'' اس نے ناول پر نگاہ جمائے نہایت رسانیت سے جواب دیا۔

''فرق پڑتا ہے..... کم از کم تمہاری موجودگی کا احساس تو رہے گا''

''ارے واہ! بڑا احساس ہونے لگا ہمارا۔'' آنکھوں کے سامنے سے ناول ہٹا کر وہ خوشدلی سے اس کی جانب پلٹتے ہوئے بولی۔

''ظاہر ہے تمہارے سوا کوئی اور دوسرا ہے بھی تو نہیں کہ جس سے اپنا راز شیئر کر سکوں..... تم تو جانتی ہی ہو مہرو میں اس شخص کے سامنے دوبارہ نہیں جانا چاہتی''

مہرو نے بغور اسے دیکھا لائٹ پنک کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں سادی سی شہلا بہت سوبر اور مختلف سی لگ رہی تھی۔ اس ایک حادثے نے اس کی شوخ و شنگ طبیعت کو خاصا تبدیل کر دیا تھا۔

''یہ تو بالکل ٹھیک ہے تمہیں روحیل کے سامنے جانا بھی نہیں چاہیے۔'' وہ اس کی دلی کیفیت سے واقف تھی۔

''اور امی کا خیال ہے کہ مجھے ٹھیک طریقے سے تیار ہو کر مہمانوں کی تواضع کرنی ہے..... میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ جوتوں اور ڈنڈوں سے ان کی تواضع کروں میں تو سلام کرنے بھی نہیں گئی انہیں''

''اچھا تم فکر نہ کرو ان کی تواضع تو میں کر دوں گی اور ایسی کروں گی کہ یاد رکھیں گے محترم۔'' اس نے ناول بند کر کے ایک جانب رکھا اور کمر کس لی مقابلے کے لیے، اس کے یہ اطوار دیکھ کر شہلا ڈر ہی گئی۔

''خدارا! کچھ ایسا ویسا نہ کر دینا..... ورنہ بعد میں ہم دونوں کو ہی ڈانٹ پڑے گی..... اور میں کیا کروں..... مجھے تو بتاؤں۔'' وہ پریشان ہو گئی جلدی میں کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا۔

''تم آرام سے بیٹھو میں بہانہ کر دوں گی کہ تمہیں اتنے شدید چکر آ رہے ہیں کہ تم چل پھر بھی نہیں سکتی''

''ارے واہ اچانک ہی اتنے شدید چکر امی کیا سوچیں گی کہ ابھی تو بھلی چنگی تھی۔'' شہلا گھبرا رہی تھی۔

''چکروں کے چکر تو ایسے ہی ریڈی میڈ ہوتے ہیں اب تم دم خشک نہ کرو..... آرام سے عمران سیریز پڑھو۔'' اسے تسلی کے دو بول پڑ کر وہ ڈرائنگ روم کی جانب بڑھی جہاں روحیل اور فراست بیگ اماں اور چچا میاں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے' اس نے کھڑکی کی اوٹ سے اچھی طرح چیک کر لیا فراست بیگ کے انکل نہیں آئے تھے اس نے سکون کا سانس لیا۔

کھانے کی ٹیبل پر وہ مستعد ویٹر کی طرح ان سب کے سروں پر موجود تھی' اسے اکیلا دیکھ کر چچی بیگم تشویش ناک لہجے میں شہلا کی غیر موجودگی کی وجہ پوچھی اور اس نے نہایت مسمی صورت بنا کر ریڈی میڈ بہانہ ان کے سامنے گھڑ دیا' چچی بیگم بس تلملا کر رہ گئی اتنا اچھا موقع ہاتھ سے نکل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہا تھا' لیکن شہلا کی طبیعت کے باعث اور کیا ہو سکتا تھا سوائے قسمت پر صبر کرنے کے' وہ نہایت خوش اسلوبی سے شہلا کی ذمہ داری نبھا رہی تھی۔

''ارے آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھائیے۔'' فراست کی نظریں بار بار اس پر جا کر ٹک رہی تھیں۔

''جی نہیں پہلے مہمان بعد میں میزبان'' اسے تو وہ بھی روحیل کی طرح خبیث ہی لگنے لگا تھا۔

''بھئی واہ واہ! کیا جواب دیا ہے ہماری بیٹی نے۔'' چچا میاں اس کی حاضر جوابی پر خوش ہو کر بولے۔

''یہ کباب تو لو بیٹا۔'' چچی بیگم فراست کے آگے بھی جا رہی تھیں' روحیل مستقل نوٹ کر رہا تھا کہ فراست کو اس کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی ترجیح دی جا رہی ہے لیکن اس کی وجہ اس کی سمجھ میں نہ آئی۔

''آنٹی! آپ کے گھر کا کھانا بہت لذیذ ہوتا ہے..... پچھلی بار بھی میں نے بہت انجوائے کیا تھا اور آج تو آپ لوگوں نے حد ہی کر دی۔'' فراست نے چکن بریانی کی ڈش اٹھا کر اپنے سامنے رکھی۔ چکن بریانی کی اشتہا انگیز مہک نے اس کی بھوک کو ابھار دیا' خود بخود اس کی نظریں ڈش پر جم گئی' ابا میاں کی نظریں جب اس پر پڑی تو وہ نہایت محویت سے فراست کے آگے رکھی چکن بریانی سے بھری پلیٹ کو ندیدوں کی طرح گھور رہی تھی اس صاعت اچانک فراست کا ہاتھ لپکا اور چاول سے لبریز چمچہ منہ میں جانے کے بجائے اس کے کپڑوں پر گر پڑا۔

''اوہ! سوری'' وہ بیچارا کنفیوز ہو گیا۔

کوئی بات نہیں بیٹا..... یہ لو ٹشو پیپر سے صاف کر لو'' ابا میاں نے جلدی سے ٹشو پیپر بکس اس کے آگے کیا وہ ٹشو پیپر سے اپنی شرٹ صاف کرنے لگا ابا میاں نے ذرا گھور کر مہرو کو دیکھا اور اس نے جھٹ اپنی نگاہیں جھکا لیں۔

''مہرو بیٹا! ذرا کسٹرڈ تو لاؤ۔'' اب سوئیٹ ڈش کی باری تھی۔ اماں نے اسے فوراً حکم دیا اور وہ تعمیل میں دوڑ پڑی۔

''بہت لذیذ کسٹرڈ ہے..... واہ'' فراست مستقل تعریف کے پل توڑ رہا تھا۔

''کسٹرڈ ہماری شہلا نے بنایا ہے۔'' چچی بیگم نے فخریہ انداز میں بتایا اور اماں نے ایک اداس سی نظر مہرو پر ڈالی اسے تو کھانا پکانے سے ذرا بھی رغبت نہ تھی۔

''ہماری شہلا بہت اچھی کوکنگ کرتی ہے۔'' چچی بیگم اب آہستہ آہستہ کھل رہی تھی' اس کے ذہن میں ایک کھچڑی سی پک رہی تھی اور وہ کچھ سوچ کر مسکرا دی۔

''پلیز روحیل بھائی! یہ لیجئے زبردست کسٹرڈ آپ کے لیے۔'' وہ کچن سے کسٹرڈ سے بھرا پیالہ لے کر آئی تھی جس پر تازہ تازہ کریم ول لچا رہی تھی۔

''شکریہ مہرو! لیکن میں زیادہ میٹھا نہیں کھاتا بس اتنا ہی بہت ہے''

''ارے تو کیا ہوا میں میٹھا بڑے شوق سے کھاتا ہوں اور پھر جب آپ لے کر آئی ہیں تو کھانا ہی پڑے گا کیوں روحیل'' اس نے جھٹ پیالہ جھپٹ لیا' مہرو کا دل دھک سے رہ گیا۔ چہرے کا رنگ کچھ پھیکا پڑ گیا۔

''دیکھئے آپ یہ میٹھا نہیں کھائیے زیادہ میٹھا کھانے سے شوگر ہو جاتی ہے۔'' اس نے اس کی سنے بغیر ہی کھانا شروع کر دیا اور وہ روکتی ہی رہ گئی۔

''بری بات ہے بیٹا مہمان کو کھانے سے نہیں روکتے۔'' اماں نے ذرا پیار بھری ڈانٹ لگائی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ لگانے کا اشارہ کیا۔

''اب فائدہ بھی کیا روکنے کا شوگر تو ہونی ہوتی ہے تو ہو جاتی ہے اور انہیں تو ہو گئی۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔

کھانے کے بعد گفتگو کا دور چل نکلا' وہ سر جھکائے کچن کی جانب چل دی' اس کی بھوک اڑ چکی تھی اس کا دل گھبرا رہا تھا لیکن سنک میں جمع گندے برتنوں کے ڈھیر نے جلد ہی اس کی پریشانی رفع کر دی' وہ برتن دھونے پر جت گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''اور بیٹا آپ سنائیے..... اسلام آباد کب جانا ہے۔'' چچا میاں نے فراست بیگ سے پوچھا۔

''میں انکل کل شام کی فلائیٹ سے چلا جاؤں گا۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا' دفعتاً اسے اپنے پیٹ میں گولے سے اٹھتے محسوس ہوئے' خود بخود اس کا ہاتھ اپنے پیٹ کی جانب اٹھ گیا۔

''اسلام آباد بہت پرسکون شہر ہے انکل بس یوں سمجھ لیں کہ کراچی ایک شوخ و شریر بچے کی مانند ہے تو اسلام آباد ایک سنجیدہ بوڑھے کی مانند پرسکون..... کیوں فراست۔'' روحیل نے فراست کی جانب دیکھا لیکن اس کے چہرے کا اڑا رنگ دیکھ کر وہ کچھ پریشان ہو گیا۔

''انکل! فراست بہت اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے..... اس کا فیملی بیک گراؤنڈ بھی بہت اچھا ہے۔ میں بچپن سے اسے جانتا ہوں..... دراصل فراست چاہتا ہے کہ.....'' اسے خیال گزرا کہ کہیں وہ اس سے ناراض تو نہیں کہ ابھی تک اس نے ان لوگوں سے اس کے مقصد کی بات ہی نہیں کی بس یہ ہی سوچ کر اس نے اپنی گاڑی اچانک اسٹارٹ کر دی' چچا میاں' ابا میاں' اماں اور چچی بیگم اس کے اچانک پلٹنے پر حیران ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔

''روحیل! گھر چلو۔'' اس سے پہلے کہ وہ اپنے مقصد پر آتا' وہ جھٹ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ارے بیٹا ایسی بھی کیا جلدی ہے۔'' ابا جان ان دونوں کی حرکات و سکنات سے کچھ پریشان سے ہو گئے۔

''انکل! جلدی ہے فون آنا ہے۔'' فراست بمشکل بولا۔

''اچھا اچھا کوئی اہم کال ہو گی باہر سے آنا ہو گا۔'' اماں جان کی سمجھ میں شاید کچھ آ ہی گیا۔

''نہیں واش روم سے۔'' وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے بے چین نظر آ رہا تھا۔

''کیسی بات کرتے ہو فراست! وہ روم کی کال ہو گی۔'' روحیل بھی کچھ حیران سا تھا۔

''ہاں ہاں! روم کی کال ہے..... واش روم نکل گیا منہ سے۔'' وہ جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔

''لیکن فراست تم نے تو مجھ سے ذکر نہیں کیا..... روم کی کال کا۔'' روحیل اڑ گیا۔

''تو اب کر رہا ہوں ناں..... اگر تم نے مزید دیر کی..... تو کال نکل جائے گی..... میرا مطلب ہے مس ہو جائے گی''

''ارے نہیں بیٹا کال کو ہرگز بھی نکلنے نہیں دینا خوامخواہ نقصان ہو جائے گا۔'' چچی بیگم اپنے بھاری بھرکم وجود کو اٹھاتے ہوئے بولیں۔

''بہت بڑا نقصان ہو جائے گا آنٹی گند ہو جائے گا۔'' اس کی پوری ستائیس سالہ زندگی میں اس سے زیادہ بڑا اور دشوار مرحلہ پہلے کبھی نہ آیا تھا' انسان بڑے بڑے پل تعمیر کر سکتا ہے۔ پہاڑوں میں سے سرنگ نکال سکتا ہے' سمندر میں سے تیل دریافت کر سکتا ہے لیکن اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکتا' وہ دھڑام سے واش روم کا دروازہ کھول کر برآمد ہوا تو روحیل کو ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے پایا' وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے بری طرح ہنس رہا تھا۔

''ہنس لو جتنا دل چاہے ہنس لو۔ لیکن یہ بھی سوچ لو کہ اس وقت جس دشوار صورت حال کا شکار میں بنا ہوں اس کے اصلی شکار تم تھے۔'' وہ غصے سے اپنی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔

''بس بچ گیا..... لیکن یار جس ندیدے پن سے تم نے اس کے ہاتھ سے کسٹرڈ لیا تھا میں نے پہلے کبھی بھی تمہیں اس طرح کرتے ہوئے نہیں دیکھا'' مستقل ہنسنے سے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

''میں نے سوچا اتنی چاہ سے لائی ہے..... اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔'' وہ رونی شکل بنا کر بولا۔

''تو جڑ گیا اس کا دل واہ رے میرے عاشق۔'' اک بار پھر اس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

''واقعی یہ محبت بھی کیا کیا کھیل دکھاتی ہے۔'' وہ دل تھام کر رہ گیا' پیٹ میں اب ایک سکون کی سی کیفیت تھی۔ لیکن دل اب بھی اسی ظالم کے لیے تڑپ رہا تھا۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆

''کیا تم نے امی کی جلاب والی دوا فراست کو کھلا دی۔'' شہلا کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر پھٹ گئی۔

''جان بوجھ کر تمہیں کھلائی..... میں تو روحیل کو سبق سکھانا چاہتی تھی..... بس آدھی بوتل یونہی اوپر سے چھڑک دی تھی لیکن اس فراست کے بچے نے ندیدوں کی طرح جھپٹ لیا..... میرا کیا قصور ہے اس میں.....!'' وہ معصوم صورت بنائے بیٹھی تھی۔

''لیکن اگر اس نے تایا ابا اور ابو سے تمہاری شکایت کر دی تو۔'' وہ آنے والے اندیشوں سے خوفزدہ تھی۔

''لیکن اس نے بھی تو تمہارا دل توڑا ہے..... میں ایسے ہی اسے چھوڑ دیتی''

''لیکن اس میں بیچارے فراست کا کیا قصور تھا''

''کیا اس کا یہ ہی قصور کم ہے کہ وہ روحیل کا دوست ہے۔'' اس نے لنگڑا عذر پیش کیا۔

''اوہ میرے خدا! یہ لڑکی تو بالکل پاگل ہے۔'' شہلا سر تھام کر بیٹھ گئی۔

رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہو چکا تھا اس میں کسی حد تک تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ سوائے گڈو کے سب گھر والے پابندی سے روزہ رکھ رہے تھے اور وہ جو ہر سال روزوں کے معاملے میں ٹلہ باز مشہور تھی اس سال حیرت انگیز طور پر روزے رکھ رہی تھی۔ بقول ماہا کہ ''مہرو آپی پوری افطاری کی حصہ دار بننے کے چکر میں روزے رکھ رہی ہیں۔'' اماں اپنی بیٹی سے اس رمضان بہت خوش تھی کیونکہ وہ واقعی اچھی بچی بنتی جا رہی تھی۔

اعتزاز ماموں اور سنجیدہ ممانی تیسری مرتبہ اپنے خیال میں امارت کا دامن تھامے ایک بار پھر اپنے کماؤ پوت بیٹے مزمل کے لیے اس در پر سوالی بن کر آئے تھے' چچی بیگم اور چچا میاں کے علاوہ اماں اور ابا بھی اب خاصے شرمندہ ہو چکے تھے' دوبارہ انکار کے بعد بھی اگر کوئی تیسری بار پھر سے ہمت کر کے در کھٹکھٹائے تو بے چارہ در بھی پانی پانی ہو جاتا ہے وہ تو پھر انسان تھے۔

''دیکھو بہن میں تو ہارٹ کا مریض ہوں..... نجانے کب آنکھ بند ہو جائے اب تو بس بیٹے کی شادی کا ارمان ہی دل کو ستاتا ہے..... اسی دل کے ہاتھ مجبور ہو کر ایک بار پھر سے تمہارے در پر جھولی پھیلائے آئے ہیں۔'' اعتزاز ماموں نے چچی بیگم سے بڑی ارمان زدہ انداز میں کہا اس بار بھی وہ ٹوکرا بھر مٹھائی' پھل اور پھول لے کر آئے تھے۔

''آپ شرمندہ کرتے ہیں اعتزاز بھائی۔'' آخر کو وہ بہن تھی' دل پسیج گیا لیکن بیٹی کا اچھا مستقبل بھی نظروں کے سامنے تھا' وہ دوراہے پر آ کھڑی ہوئی تھیں۔

''شرمندگی کیسی آپا! ہمارا اپنا گھر ہے..... اس بار تو دل میں فیصلہ کر کے حیدر آباد سے چلے ہیں۔'' سنجیدہ ممانی نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

''شہلا تو میری آنکھوں کا نور ہے..... ہم دونوں میاں بیوی تو بچپن سے ہی اسے پسند کرتے ہیں اور پھر مزمل بھی اس کا سگا ہے خوش رکھے گا بچی کو۔'' اعتزاز ماموں گھگھیا رہے تھے۔ وہ دروازے کی جھری سے لگی سب سن رہی تھی' کچھ سوچ کر وہ مہرو کے کمرے کی جانب بڑھی۔

''مہرو! میرا ایک کام کر دو پلیز۔'' اس نے کپڑے استری کرتی مہرو سے التجائیہ لہجے میں کہا۔

''بولو کیا کام ہے۔'' وہ کریز جماتے ہوئے بولی۔

''کسی طرح تم امی اور ابو کو بتا دو کہ مجھے مزمل کا رشتہ قبول ہے''

استری کرتے کرتے اس کے ہاتھ تھم گئے' اس نے ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھی وہ نہایت پرسکون دکھائی دے رہی تھی ہاں مہرو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

!میں جان چکی ہوں کہ محبت اور عشق میں کیا فرق ہے..... محبت تو خودرو پودے کی طرح دل میں اگ آتی ہے انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا جبکہ عشق مصنوعی کھاد کی مانند ہوتا ہے جو کسی کو دیکھ کر پیدا کیا جاتا ہے کسی کو پسند کرنے کا بہانہ ہوتا ہے ایک تعلق ہوتا ہے..... مجھے روحیل سے عشق ہو گیا تھا بہت بدنام لفظ ہے یہ..... لیکن آج میں اپنے دل میں اس کے لیے کوئی جذبہ بھی محسوس نہیں کرتی بہت بناوٹی ہوتا ہے یہ..... اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے مزمل سے محبت ہو گئی ہے لیکن میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے..... سچی محبت ورنہ دو بار انکار کے باوجود تیسری بار ماموں اور ممانی کو ہرگز نہ بھیجتا مجھے اس کی محبت کی قدر کرنی چاہیے..... اگر اس کا رنگ سانولا ہے تو کیا ہوا..... اس کے پاس دھڑکتا ہوا دل تو ہے۔'' وہ مزید حیران کر رہی تھی آج پہلی بار اسے شہلا انتہائی عقلمند اور سنجیدہ لگی اس نے جھٹ اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

''تم بالکل ٹھیک کہتی ہو شہلا ازندگی میں کبھی ایسا موڑ بھی آجاتا ہے جب انسان کو فیصلہ کرنا ہی پڑتا ہے ورنہ یہ موڑ پھر بار بار نہیں آتے وہ سیدھی لمبی سڑک کا سفر تھکا دینے والا ہوتا ہے''

شہلا کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں لیکن اس کا دل مطمئن تھا' آج بہت دنوں بعد اس نے اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کیا گھر کے سب بڑے شہلا کے فیصلے سے خوش تھے سوائے چچی بیگم کے جو ہوائی قلعوں میں شہلا کا گھر فراست کے ساتھ بسا چکی تھیں۔

''ہماری بیٹی ہم سے زیادہ عقلمند نکلی جو جھولی پھیلاتا ہے اسے ہی کچھ دیا جاتا ہے اب جو جھولی پھیلانے پر آمادہ ہی نظر نہ آئے تو کیا دینے والا اس سے جھولی پھیلانے کی درخواست کرے۔'' چچا میاں نے چچی بیگم کو سمجھایا لیکن ان کا منہ بری طرح سوجا ہوا تھا' اعتزاز ماموں اور سنجیدہ ممانی تو خوشی سے بے حال تھے۔ آخر پتھر نرم پڑ ہی گیا تھا۔ شہلا کی منگنی عید کے چاند طے پائی' سب ہی بھائی اور کزنز شہلا کو چھیڑ رہے تھے اور وہ ان کے درمیان شرمائی شرمائی سی بیٹھی بہت معصوم اور پاکیزہ لگ رہی تھی' اور اسے تو بے چینی سے عید کا انتظار تھا' جیولری' چوڑیاں تو اس نے سوٹ کی میچنگ کی پہلے ہی خرید لی تھیں لیکن اب مہندی کے ڈیزائن کی کتاب لیے صفحے پر صفحے پلٹے جا رہی تھی' کل چاند رات متوقع تھی اور وہ کسی بھی تیاری میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتی تھی' فون کی بیل مستقل بجے جا رہی تھی' آخر چڑ کر اسے ہی فون اٹھانا پڑا۔

''ہیلو..... اسلام وعلیکم بیٹا، افسر صاحب میں اسلام آباد سے بات کر رہا ہوں۔'' کوئی انکل ٹائپ کے شخص ابا میاں کا پوچھ رہے تھے۔ اس نے وہیں سے ہانک لگائی۔

''گڈو! ابا میاں سے کہو اسلام آباد سے فون آیا ہے۔'' اور خود ریسور ٹیبل پر رکھ کر ایک بار پھر مہندی کے ڈیزائن میں محو ہو گئی' تب ہی مایا نے آکر اسے شہلا کا سندیسہ دیا اور وہ دوڑ کر شہلا کے کمرے میں چلی گئی۔

وہ تینوں پورے گھر کی صفائی ستھرائی میں جی جان سے جتی ہوئی تھیں' چچی بیگم کا حکم تھا کہ پورے گھر کو شیشے کی طرح چمکا دیا جائے حالانکہ ابھی ہفتے بھر پہلے ہی صفائی کی گئی تھی لیکن اچانک چچی بیگم اور اماں جان بوکھلا سی گئی' شاید منگنی کے انتظامات کی وجہ سے وہ پریشان تھیں ابا میاں اور چچا میاں بھی سر جوڑے باتیں کرتے رہتے۔

''مہرو آپی کچھ پتہ بھی ہے کہ کیا کھچڑی پک رہی ہے۔'' مایا شرارتی مسکراہٹ دبائے بولی۔

''میرا روزہ ہے۔'' اس نے ڈائننگ ٹیبل چمکاتے ہوئے رسانیت سے کہا۔

''توبہ ہے آپی!'' وہ کچھ چڑ سی گئی۔

''مایا..... !تم اپنا کام کرو۔'' شہلا نے مسکراتے ہوئے اسے آنکھیں دکھائیں۔

افطار کے بعد ہی زوردار سائرن نے عید کی نوید سنائی' گویا اس بار بھی تیس روزوں کی عید ٹھہری تھی گزشتہ کئی سال سے ایسا ہی ہو رہا تھا' یہ جانتے ہوئے بھی کہ کل ہی عید ہے سائرن کی آواز سنتے ہی وہ سب خوشی سے چیخ پڑے' اس کے ساتھ ہی گھر بھر میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ گھر کے مردوں کو صبح نماز پر جانے کے لیے اپنے کپڑے ریڈی چاہیے تھے اور خواتین کو ہار سنگار کے ساتھ عید کے خاص پکوان اور کل کی تقریب کے انتظام کی فکر تھی' ایک مینا بازار بپا تھا گھر بھر میں سب کچھ پہلے سے ہی مکمل تھا لیکن چھوٹی موٹی چیزیں مل کر بڑے بڑے مسائل پیدا کر رہی تھیں' درزی نے مایا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی ٹمیض کا گلہ بڑا کر دیا تھا وہ منہ بنائے بیٹھی تھی' سنجیدہ ممانی نے کاسنی رنگ کا کامدار سوٹ شہلا کو بھجوایا تھا اس کے ساتھ میچنگ کی جیولری چوڑیاں اور ایک شیشے کے کام والا خوب صورت دوپٹہ بھی تھا لیکن شہلا کو دوپٹے پر اعتراض تھا جبکہ چچی بیگم مصر تھیں کہ کل اسے سنجیدہ ممانی کی بھیجی ہوئی ساری چیزیں ضرور پہننا ہیں۔ خود مہرو نے عید کے لیے گلابی رنگ کا جوڑا سلوایا تھا لیکن شہلا کی ضد تھی کہ وہ بھی کاسنی رنگ کا وہ جوڑا زیب تن کرے جو خود اس نے اپنی پسند سے اپنی منگنی کے جوڑے کی مناسبت سے بنوایا تھا' عبید کی نئی نکور ٹوپی صفائی کے دوران خاک میں رل گئی وہ الگ اپنا غصہ نکال رہا تھا۔ اماں کو فکر تھی کہ لڑکیوں کو مہندی ہاتھ بھر کے لگانی چاہیے ڈیزائن سے بھرے ہاتھ گلوز پہنے محسوس ہوتے ہیں' غرض بہت کچھ تھا جو سب کچھ اس ایک رات میں مکمل ہونا تھا اس کھینچا تانی میں رات کے ڈھائی بج گئے اور جب نیند سے آنکھیں شل ہوگئی تو وہ وہیں ابا میاں کے بستر پر پڑ کر سو رہی۔

''شہلا! دیکھو فٹنگ تو ٹھیک ہے ناں۔'' وہ تیاری سے لیس آئینے کے سامنے کھڑی شہلا سے پوچھ رہی تھی۔

''بالکل ٹھیک ہے بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' شہلا نے لپ اسٹک کا ٹچ لگاتے ہوئے کہا۔

''ارے واہ دیکھا تک نہیں یونہی بول دیا۔'' وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

''آپی..... جلدی چلیے امی جان بلا رہی ہیں مہمان آگئے ہیں۔'' ماہا انتہائی عجلت میں کمرے میں داخل ہوئی اور شہلا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔

''مہرو! اپنی لپ اسٹک ڈارک کرو..... میرا شیڈ استعمال کرلو۔'' جاتے جاتے پلٹ کر اس نے کہا! اور وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر تنقیدی نظروں سے اپنا جائزہ لینے لگی' پرپل کپڑوں پر لائٹ پنک لپ اسٹک کچھ پھیکی سی محسوس ہوئی اس نے شہلا کا لپ اسٹک شیڈ اٹھایا۔

''ارے واہ! آج تو آپ بڑی قیامت لگ رہی ہیں۔'' وہ بناء دستک دیے سیدھا اندر گھس آیا تھا۔

''آپ..... ! یہاں اس وقت'' وہ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

''کیوں میں یہاں کیوں نہیں ہوسکتا۔'' وہ سینے پر ہاتھ باندھے شرارتی مسکراہٹ سے اسے حیران ہوتا دیکھ رہا تھا جلد ہی اسے احساس ہوا کہ وہ اس کا دوپٹہ کرسی پر پڑا ہے۔ وہ تو شہلا کے کمرے میں اسے اپنے کپڑوں کی فٹنگ دکھانے آئی تھی' خیال آتے ہی اس نے لپک کر دوپٹہ اٹھایا

''شرم نہیں آتی لڑکیوں کے کمرے میں سر اٹھائے گھس آتے ہیں۔'' دل ہی دل میں خفت کا احساس ابھرا۔

''میں لڑکیوں کے کمرے میں نہیں بلکہ ایک لڑکی یعنی شہلا بی بی کے کمرے میں انہیں منگنی کی مبارکباد دینے آیا تھا۔ شہلا بی بی تو راستے میں ہی مل گئی اور مبارکباد وصول کرلی ساتھ ہی مجھے انفارم بھی کر دیا آپ کی اچھی نیک بی بی نے کہ آپ ان کے کمرے میں ہی ہیں..... سوچا آپ کو بھی مبارکباد دے ہی دوں۔'' اس کی مسکراہٹ قدرے گہری ہوگئی تھی۔

''کیسی مبارک باد..... منگنی شہلا کی ہو رہی ہے اور پھر کسی بھی قسم کی مبارکباد وآپ مجھے دینے والے کون ہوتے ہیں۔'' وہ تپ کر بولی۔

''ہوتے تو بہت کچھ ہے..... اختیار کا یقین ابھی سے کر لیتے ہیں۔'' وہ ذرا آگے بڑھا تو وہ بادل نخواستہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''دیکھیے میں بہت خوفناک قسم کی لڑکی ہوں اس دن تو میں نے غلطی سے دوائی والا کسٹرڈ آپ کو کھلا دیا تھا۔ لیکن لگتا ہے کہ اب آپ کو سبق سکھانا ہی پڑے گا۔'' وہ لپ اسٹک والا ہاتھ غصے سے بلند کرتے ہوئے بولی۔

''جان سے ماردیں گی مجھے ڈی ڈی ٹی سے یا فینائل کی گولیوں سے ویسے ایک لائسنس یافتہ پستول تو میرے پاس بھی ہے کیا خیال ہے۔'' اس نے اپنے سفید براق کلف سے اکڑے کرتے کی جیب ٹٹولی۔

''آپ کس قسم کے انسان ہیں۔'' وہ سچ مچ اب اس سے کچھ کچھ خوفزدہ ہو رہی ہے دل پتے کی مانند لرز رہا تھا لیکن اوپر ہی اوپر بہادر بنی رہی۔

''بہت اچھی قسم کا..... اور بہت بہادر بھی ہوں..... نہ تو پڑوسیوں' محلے والوں کو دیکھ کر شیر ہوتا ہوں اور نہ اجنبیوں کو دیکھ کر دوڑ لگاتا ہوں نہ ہی بزدلوں کی طرح کھانے میں زہر چھڑکتا ہوں''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ کچھ اور نزدیک ہو گیا تھا اور اس کا دل بے ہوش ہونے کو شدت سے چاہنے لگا لیکن اسے تو ہمیشہ اداکاری والا بے ہوش ہونا آتا تھا اور اس طرح کی بے ہوشی تو اس کے لیے کچھ اور بھی خطرناک تھی۔

''دیکھئے آئی پرومس میری آپ سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے..... جو کچھ بھی ہوا غلط فہمی کی وجہ سے ہوا میں اس کے لیے آپ سے سوری کرتی ہوں۔'' وہ رک رک کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہی تھی۔

''یہ ہوئی نا اچھی بچیوں والی بات۔'' وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کی ذرا جان میں جان آئی۔

''ہاں ذرا جلدی سے لپ اسٹک لگا لیں..... اور دوپٹہ ذرا تمیز سے پہن کر نیچے آیئے گا میں نہیں چاہتا کہ میرے ممی پپا اپنے ہونے والی بہو کو اس حالت میں دیکھیں۔'' وہ ذرا شریر سا مسکرایا۔

''جی'' وہ گنگ سی رہ گئی۔

''جی جناب آج عید کی اس خوب صورت شام کو مابدولت آپ کی نازک انگلی میں اپنے نام کی انگوٹھی پہنا دیں گے۔ ویسے سب مہمان پہلے ہی آ چکے ہیں اب تو آپ کا انتظار رہے۔'' وہ جانے کے لیے مڑا ''اور ہاں آئینہ ضرور دیکھ لیجئے گا۔'' اس نے پلٹ کر مسکراتے ہوئے تنبیہ کی اور دروازے میں غائب ہو گیا۔

''میری منگنی اس قدیم و شکستہ نام والے فراست بیگ کے ساتھ''

سوچتے ہوئے اچانک اس کی آئینہ پر نظر پڑی اور اپنا عکس دیکھ کر وہ بے اختیار کھلکھلا اٹھی۔ شہلا کی لپ اسٹک اب بھی اس کی انگلیوں میں قید تھی لیکن اس کی گھبراہٹ سے پیدا ہونے والے نقش و نگار اس کے چہرے کو مضحکہ خیز بنا رہے تھے' ہنستے ہنستے اس نے اپنا سر آئینے سے ٹیک دیا' ایک عجیب سی انجانی خوشی کا احساس دل میں ابھرا' جسم و جاں سنسنا اٹھے۔

وہ زیر لب بڑبڑائی' پچھلی رات کا باریک سا چاند شرما کر بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔

☆☆☆☆☆

ختم شد

☆☆☆☆☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں
www.iqbalkalmati.blogspot.com

عشق کا عین

عشق کا عین..... علیم الحق حقی کے حساس قلم سے، عشق مجازی سے عشق حقیقی تک کے سفر کی داستان، ع.....ش.....ق کے حروف کی آگاہی کا درجہ بہ درجہ احوال۔ کتاب گھر پر جلد آرہا ہے۔